آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۞ لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۸ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۹ء | نمبر ۹

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ ستمبر ۱۹۰۹ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا چندہ سالانہ عوام سے ۴ طلبا سے عہ

مصدقہ حضرت خلیفۃ المسیح شاہی طبیب حاذق مولوی حکیم نورالدین صاحب کا مجرب

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے آنکھیں بڑی نعمت ہیں اور آجکل کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے ہیں کہ عام طور پر لوگ آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہیں نوجوانوں کو دیکھو وہ بھی عینک لگائے پھرتے ہیں اور ضعفِ نظر کی عام شکایت ہے۔ مینے بڑی محنت سے اصلی ممیرا جو امراض چشم کیلئے مسلم مفید چیز ہے حاصل کیا ہے۔ اسکے اصل ہونے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تصدیق فرمائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا خاندان طبی لحاظ سے بھی ایک ممتاز خاندان ہے اور اس پہلو سے بھی آپکی تصدیق بے نظیر ہے اور علاوہ بریں حضرت خلیفۃ المسیحؑ حکیم نورالدین سلمہ اللہ تعالے نے بھی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ اصلی ممیرا ہے ممیرا حاصل کرنیکے بعد مینے حضرت مولوی صاحب کے مجرب اور ہزارہا مریضانِ چشم پر آزمائے ہوئے سرمے کے نسخے کو آپ کی ہدایت کے موافق ترکیب دیکر طیار کئے ہیں اور اب فائدہ عام کیلئے مشتہر کرتا ہوں اور چونکہ یہ تین مختلف نسخے ہیں اسلئے ہر ایک کی قیمت جدا جدا ہے۔ قیمت سرمہ اوّل قسم عا، قسم دوم عہ، قسم سوم عہ۔ فی تولہ قیمت ممیرا قسم اوّل عـہ جسکو لوگ اڑھائی سو فی تولہ فروخت کرتے ہیں۔ قسم دوم ہے اگر اصلی ممیرا نہ ہو تو واپس کرکے قیمت لے لو۔

علاوہ ازیں میرے پاس ہر قسم کی لنگی۔ زری۔ ریشمی۔ پشاوری۔ سوتی۔ زرد۔ سیاہ۔ بادامی مشہدی۔ افسری و سفید پٹکہ ٹسری (جسکو لوگ ریشمی کہتے ہیں) وغیرہ عا سے لیکر عـہ روپے تک موجود ہیں۔ اور نیز کلاہ ہر قسم زری و سادہ اور ٹوپی رومی ہر قسم میرے پاس موجود ہے اور قیمت میں بالکل کوئی زیادتی نہیں دریافت کریں۔ جو چیز پسند نہ ہو۔ معقول وجہ بیان کرنے پر خریدار کو واپس کرنیکا اختیار ہے۔ خرچ آمد و رفت بذمہ خریدار۔

المشتہر

احمد نور۔ کابلی مہاجر از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

نوٹ۔ خریداران ریویو کی خدمتمیں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔

منیجر بک ڈپو صدر انجمن احمدیہ قادیان سے مل سکتی ہے۔

(منیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام نمبر ۴
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

خبر رساں جماعتوں کی روانگی

اگر قریش مسلمانوں کے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانیکے بعد بھی اُنکی ایذا دہی سے باز آجاتے تو آنحضرت صلعم کیلئے اس سے بڑھکر اور کوئی بات خوشی کا موجب نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اگر اہل مکہ اسکے بعد کہ آنحضرت صلعم نے اپنے وطن عزیز کو ترک کر دیا تھا آپ کو تکلیف نہ پہنچاتے تو ضرور آنحضرت صلعم انکی گذشتہ بے رحمیوں کو معاف فرماتے جیسا کہ آخر کار فتح مکہ کے بعد اس رحم مجسم انسان سے ظہور میں آیا۔ ہجرت کے بعد جو واقعات پیش آئے اُنسے واضح ہوتا ہے کہ گو مسلمانوں نے اپنے وطن عزیز کو ترک کر دیا تھا مگر قریش کی مخالفانہ حالت میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا بلکہ مسلمانوں کے بچ نکلنے پر اُنکا غصہ اور بھڑک اُٹھا اور اُنہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جس طرح بن پڑے انکو تباہ کر دیں۔ اس امر کے ثبوت کے لیئے کہ ہجرت کے بعد بھی قریش کے غضب میں کوئی فرق نہ آیا تھا صرف اس بات کا اظہار کرنا ہی کافی ہوگا کہ مسلمانوں میں سے جو بوڑھا۔ عورت۔ قیدی یا غلام پیچھے رہ گیا وہی قریش کے ظلم کا شکار رہا۔ ان غربا کو اب بھی وہی مصائب اور تکالیف جھیلنی پڑیں جو ہجرت سے پہلے انپر رسائی جاتی تھیں۔ اور قرآن کریم مفصلہ ذیل الفاظ میں انکی بیکسی کا نقشہ کھینچتا ہے۔ وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من

الرّجال والنّساء والولدان الذین یقولون ربّنا اخرجنا من ھٰذہ القریۃ الظّالم اھلھا واجعل لّنا من لّدنک نصیراً ۵ (سورہ نساء رکوع ۱۰)

اور تم کو کیا ہوگیا ہے کہ لڑو اللہ کی راہ میں اور واسطے اُنکے جو ناتوان ہیں مرد اور عورتیں اور لڑکے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہمکو اس بستی سے کہ ظالم ہیں رہنے والے اسکے اور پیدا کر ہمارے لیئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور مددگار۔

لیکن اسپر بھی ہمارے عیسائی معترض مسلمانوں کو ہی زیادتی کا ملزم ٹھہراتے ہیں اگر قریش اب اسلام کے دشمن نہیں رہے تھے تو انہوں نے کیوں اُن مسلمانوں کو رہا نہ کر دیا جنکو ہجرت سے روکنے کے لیئے قید کر لیا تھا؟ آہ۔ غریب بیکس عورتیں بھی اپنی عزت اور جان کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نہ بچا سکیں۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکّہ سے بچکر نکل گئے اور غار میں جا چھپے تو ابوجہل قریش کی ایک جماعت ساتھ لیکر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے گھر پر گیا اور آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء سے دریافت کیا کہ تمہارا باپ کہاں ہے؟ جب صدیق رضؓ کی بیٹی نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کس جگہ ہے تو اس بے رحم سفاک نے اُس بیکس لڑکی کے اس زور سے تھپڑ مارا کہ اُسکے کان کی بالی نیچے گر گئی۔

اور اگر میور کے کہنے سے کوئی مان بھی لے کہ قریش نے مسلمانوں کی دشمنی کا خیال چھوڑ دیا تھا تو ہم پوچھتے ہیں کہ پھر اُنہوں نے مسلمانوں کو سالانہ حج کرنے سے کیوں منع کیا؟ جبکہ عرب کی ہر ایک قوم کو خواہ وہ قریش کی دشمن بھی ہو حج کی ممانعت نہ ہوتی تھی قرآن کریم اس امر کی طرف متواتر اشارہ فرماتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انّ الّذین کفروا ویصدّون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام الّذی جعلنٰہ للنّاس سواءً العاکف فیہ والباد ؕ ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم ۵ (الحج ۳) یعنی جو لوگ منکر ہوئے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے جو ہم نے بنائی سب لوگوں کے واسطے برابر ہے اُس میں بیچ کا رہنے والا اور باہر کا اور جو اس میں چاہے ٹیڑھی راہ شرارت سے اسے ہم چکھا دینگے ایک دکھ کا عذاب۔

اس آیت اور کئی دوسری آیات سے واضح ہوتا ہے کہ کفار قریش لوگوں کو صرف

حاشیہ: واجعل لّنا من لّدنک ...

قبول اسلام سے ہی نہیں روکتے تھے بلکہ مسجد الحرام میں داخل ہونیسے بھی باز رکھتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں مفصلہ ذیل واقعہ مذکور ہے "سعد بن معاذ جو کہ مدینہ کا ایک سردار تھا۔ وہ مکہ کے ایک سردار اُمیہ بن خلف کا گہرا دوست تھا۔ جب اُمیہ مدینہ جاتا تو وہ سعد کے گھر ٹھہرتا اور جب سعد مکہ آتا تو وہ اُمیہ کے گھر قیام پذیر ہوتا۔ حضرت نبی کریم صلعم کے مدینہ میں تشریف لیجانے کے بعد سعد ایک دفعہ مکہ معظمہ کو عمرہ ادا کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ اور اس نے اُمیہ سے کہا اے ابی صفوان مجھے تنہائی کا ایسا وقت بتا جب مَیں امن وامان سے کعبہ کا طواف کرسکوں اور مکہ والوں میں سے مجھے کوئی طواف کرتا ہوا نہ دیکھے۔ اسلیئے اُمیہ سعد کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف دوپہر کے قریب روانہ ہوا۔ کعبہ میں ابوجہل نے اُنکو دیکھ لیا اور اُمیہ سے کہا تمھارے ساتھ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا سعد ہے۔ ابوجہل نے سعد سے کہا الا اراك تطوف بمكة آمنا وقد آويتم الصاة وزعمتم انكم تنصرونهم و تعينونهم اما والله لولا انك مع ابی صفوان ما رجعت الى اهلك سالماً۔ کیا تم امن وامان سے کعبہ کا طواف کرتے ہو جبکہ تم نے آبائی مذہب کے تارکوں کو اپنے ہاں پناہ دی ہے اور تمھیں یہ گمان ہے کہ تم اُنکی مدد اور اعانت کے قابل ہوسکو گے اور واللہ اگر ابی صفوان تمھارے ساتھ نہ ہوتا تو تم اپنے گھر صحیح و سالم نہ جاسکتے۔

ابوجہل کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ہجرت سے قریش کا غصہ کم ہونے کی بجائے اور بھڑک اُٹھا تھا اور یہ دیکھکر کہ مدینہ کے مسلمانوں نے مہاجرین کا پوری سرگرمی سے استقبال کیا ہے وہ اور کڑھتے اور دانت پیستے تھے۔ ابوجہل کے مذکورہ بالا الفاظ یعنی "تم نے آبائی مذہب کے تارکوں کو پناہ دی ہے اور تمھیں گمان ہے کہ تم اُنکی مدد اور اعانت کے قابل ہوسکو گے" وغیرہ میں بھی اس بات کی دھمکی دیگئی تھی کہ قریش مدینہ پر حملہ کرینگے اور اہل مدینہ اس قابل نہ ہوسکیں گے کہ قریش کے مقابلہ میں آنحضرتؐ کی امداد کرسکیں۔

الغرض قریش نے جو رویہ مکہ میں مسلمانوں کی نسبت اختیار کیا ہوا تھا اسمیں کبھی تبدیلی نہ کی اور کوئی وقت ایسا نہیں آیا جبکہ یہ کہنے کا موقعہ ملے کہ اُنکی حرکات میں تغیر پیدا ہوگیا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی جانتے تھے کہ اُنکے دشمن اُنکو مدینہ میں بھی چین نہ لینے

دینگے اور اپنے مقدور بھر اسلام کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرینگے۔ خود حفاظتی کے لیے ہتھیار اُٹھانے کی قرآن کریم نے ایک اور دلیل دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ولا یزالون یقاتلونکم حتیٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا (سورہ بقرہ رکوع ۲۷) (ترجمہ) اور نہیں ٹلیں گے جو لڑے جا دینگے تم سے یہانتک کہ پھیر دیں تمکو دین تمھارے سے اگر کر سکیں۔

لہٰذا پہلا کام جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچکر کیا وہ یہ تھا کہ مدینہ والوں اور وہاں کے یہود کے ساتھ عہدنامہ کر لیا جس کے رو سے دستخط کنندگان کا فرض تھا کہ مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ کی امداد نہ کریں اور اس طرح پر قریش کے اس حملہ کی مدافعت کا سامان ہوگیا جس کا ہر وقت کھٹکا لگا ہوا تھا اور دوسرا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو دشمن کا سراغ لگانے اور اُسکی نقل و حرکت کا پتہ رکھنے پر مامور کیا لیکن چونکہ مسلمان چاروں طرف سے دشمن قوموں کے نرغہ میں تھے اسلیئے یہ مختصر سی جماعتیں دن کے وقت سفر نہ کر سکتی تھیں اور حضرت نبی کریم صلعم نے اُنکو حکم دیا کہ رات کو چلیں اور دن کو چھپ رہیں۔ آگے چلکر معلوم ہو جائیگا کہ بعض اوقات تیس تیس بلکہ ستر ستر مسلمانوں کی جماعتوں کو دشمنوں نے موقعہ پاکر قتل کر دیا اور یہی سبب اور خوف تھا کہ آنحضرتؐ نے انکو ہدایت فرمائی کہ رات کو چلیں اور دن کو چھپ رہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ حالات موجودہ کے ماتحت ان جماعتوں کا بھیجنا اشد ضروری تھا عرب کی لڑائی عام طور پر اس طرح ہوتی تھی کہ لوگ ایک دوسرے پر اچانک حملہ کر دیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی عادات کا پورا علم تھا۔ اسلیئے ایسے اچانک حملوں سے بچنے کے لیئے سراغ رساں جماعتوں کا بھیجنا ضروری سمجھتے اور اس طرح قریش اور دیگر مخالف قوموں کی نقل و حرکت سے آگاہ رہتے تھے۔ اور ناظرین جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیا ہے اُنکو پتہ لگ گیا ہوگا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریق عمل سے بہت سارے موقعوں پر مسلمان تکالیف سے بچ گئے اور دشمنوں کی جماعتیں تتر بتر کر دیگئیں۔ الغرض قریش اور عرب کی

اور قوموں کی دشمنی جو اسلام اور مسلمانوں سے تھی۔ اسکے باعث یہ طریق عمل ضروری ہوگیا تھا۔ اور اگر مدینہ کے مسلمان ہمیشہ اپنی حفاظت نہ کرتے تو اسلام کے دشمن اسلام کو عرب کی سرزمین سے مٹا دیتے اور صرف چند حملے ہی مدینہ میں مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہو سکتے تھے مگر چونکہ مسلمانوں نے چستی سے کام لیا اسواسطے ایسا نہ ہونے پایا۔ ان واقعات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے سامنے ایک بڑا اہم کام تھا جسکی تکمیل کے لئے آپ کو بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ اُنکی مدینہ کی زندگی ایک مسلسل جنگ کا زمانہ تھا اور کیونکر ہو سکتا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنکے حالات پیش آمدہ نے ہمیشہ چوکس رہنے پر مجبور کیا تھا اپنے اَن تھک دشمنوں یعنی قریش سے بے خبر رہتے۔ بہت سے تجارتی رستے تھے جنپر قریش کی آمد و رفت تھی اور ان میں سے ایک مدینہ سے مغرب کی طرف تھا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد قریش نے وہ رستہ اختیار کر لیا تھا جو قومیں اس رستہ پر مقیم تھیں۔ وہ قریش کی طرفدار تھیں۔ اب چونکہ قریش مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ اسواسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو قسم کے خطرات کا سامنا ہوا اوّل تو یہ راستہ ہی قریش کے مدینہ پر اچانک اور خطرناک صورت میں حملہ آور ہونیکے لئے ایک عمدہ موقع دیتا تھا۔ اور مدینہ سے صرف دو تین منزل کے فاصلہ پر تھا۔ اور اگر مسلمان ایسے حملوں کے متعلق احتیاط نہ کرتے۔ تو مدینہ ان خونخوار دشمنوں کا شکار ہو جاتا۔ اور دشمن بھی ایسے کہ جنکا غیظ و غضب مسلمانوں کی ہجرت کی وجہ سے اور مدینہ میں اُنکی امداد ہونے سے اور بھی بھڑکا ہوا تھا اور یہ سب باتیں مسلمانوں کو معلوم تھیں۔ لیکن قریش کی ان کارروائیوں سے ایک اور بڑا خطرہ پیدا ہوا۔ وہ یہ کہ قریش عرب کی قوموں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ اور اگر یہ سب قومیں جنگ کے وقت قریش کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف مل جاتیں جیسا کہ واقعی طور پر کئی قوموں نے کیا۔ تو یہ مدینہ کے مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کے لئے ایک بڑی تکلیف کا موجب ہو جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابوجہل ابوسفیان عکرمہ اور امیہ بن خلف جیسے خوفناک سرداران قریش ان کاروانوں کے ساتھ ہوتے۔ اور انکے ہمراہ ایک سو سے تین سو تک مسلح آدمی ہوا کرتے۔ پھر یہ سردار راستہ کی قوموں کو آسانی سے بھڑکا سکتے۔

اور اگر انکو یہ معلوم ہوجاتا کہ مسلمان چوکس نہیں ہیں تو کبھی ممکن نہیں تھا کہ وہ مدینہ پر قاتلانہ حملے کرنے سے باز رہتے۔ اب چونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو خطروں کی انسداد کی فکر تھی۔ اسواسطے آپنے چھوٹی چھوٹی جماعتیں جنکی تعداد بعض دفعہ بیس اور بعض دفعہ تیس ہوتی تھی۔ باہر بھیجنی شروع کیں۔ اور اُن جماعتوں کے بھیجنے سے یہ غرض تھی کہ قریش اچانک مدینہ پر حملہ نہ کرسکیں۔ جب قریش مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو راستہ پر دیکھتے۔ تو انکو معلوم ہوجاتا تھا کہ مسلمان غافل نہیں ہیں۔ ان جماعتوں کا کچھ ایسا رُعب پڑتا تھا کہ دشمن ڈر جاتے اور بعض اوقات آنحضرت صلعم بذات خود ان جماعتوں کے ساتھ جایا کرتے اور ان راستہ والی قوموں کے ساتھ معاہدہ کر لیا کرتے تاکہ قریش کے کہنے پر مسلمانوں پر حملہ نہ کریں۔ اور نہ ہی اہل مکہ کی طرفدار ہوں۔ ایک دفعہ آپنے ایک مہم میں جو غزوہ ابواء یا غزوہ ودان کے نام سے مشہور ہے ایک امن کا معاہدہ قوم بنی ضمرہ سے کیا۔ اور یہ قوم پہلے قریش کی حامی تھی اور اس معاہدہ کے رُو سے اُنہوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کبھی نہیں لڑیں گے۔ اور نہ ہی ان لوگوں کی مدد کریں گے جو مسلمانوں کے مقابل ہتھیار اُٹھائیں۔ نیز ایک غزوہ میں جو غزوۃ العشیرہ کے نام سے مشہور ہے اسی قسم کے معاہدے آپنے بہت سی قوموں کے ساتھ کیئے جو عشیرہ کے گرد و نواح میں رہتی تھیں۔ یہ تمام عہد نامے بدر کی لڑائی سے پہلے ہوئے **نخلہ کا معاملہ** اُن مہمات میں جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ کبھی کوئی کشت و خون نہیں ہوا۔ صرف ایک مہم میں ایسا ہوا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ یا سات آدمیوں کو باہر بھیجا۔ اور انہوں نے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ اور دو آدمیوں کو قید کرکے لائے۔ اس جماعت کے سردار کو جو ہدایت دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ دشمن کے متعلق خبر لائے اور اس جماعت کا کوئی اور کام نہیں تھا۔ اس سے پہلے مکہ کے ایک سردار کرز بن جابر نے مدینہ پر چھاپا مارا تھا۔ اور مسلمانوں کے کچھ مویشی اور اونٹ جو کہ شہر سے کچھ فاصلہ پر چراگاہ میں چر رہے تھے لوٹ کر لے گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لٹیرے سردار کے پیچھے بدر تک گئے لیکن وہ بچکر بھاگ گیا۔ اس مہم کے تھوڑی دیر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو آٹھ مہاجرین کے ساتھ بھیجا۔ اور اسکو ایک

چٹھی دی جسکے متعلق یہ حکم تھا کہ دو دن کے سفر کے بعد اسے کھولے پھر اس کی ہدایتوں کے مطابق عمل کرے اور صرف اُن آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جائے جو خوشی سے اس کے ساتھ جانا پسند کریں۔ جب اس نے چٹھی کو کھولا تو اسکو معلوم ہوا کہ اس نے نخلہ تک جانا ہے (یہ جگہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے) وہاں قریش کا انتظار کرنا پھر انکے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا ہے۔ اس جماعت میں سے دو آدمیوں کے اونٹ راستہ میں گم ہوگئے۔ اور انکی تلاش کے لیئے وہ پیچھے رہ گئے باقی آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیئے آگے چلے گئے۔ چونکہ نخلہ مکہ کے ایک مشہور راستے پر واقع ہے۔ اسلیئے مسلمانوں کی جماعت اس راستے کے گرد و نواح میں انتظار کرنیسے قریش کے متعلق آسانی سے خبر حاصل کر سکتی تھی۔ اب ایسا اتفاق ہوا کہ رجب جو اشہر حرم میں سے ایک مہینہ ہے اسکے آخری دن میں انکو مکہ جاتا ہوا قریش کا ایک قافلہ ملگیا۔ چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انکو لڑائی کے متعلق کوئی حکم نہ تھا اسلیئے انہوں نے خود مشورہ کیا اور یہ امر قرار پایا کہ قریش پر حملہ کرنا چاہیئے۔ پس حملہ ہوا اور قافلہ کا ایک آدمی مارا گیا۔ اور دو قید ہوئے۔ اسکے بعد مسلمان دونوں قیدی اور غنیمت کا مال لیکر مدینہ کو واپس آئے۔

عیسائی معترض اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو باہر لوٹنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ لیکن مفصلہ ذیل امور سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جماعت کو بھیجنے سے لوٹ مار کا منشار ہرگز ہرگز نہ تھا۔

(۱) اُس جماعت کے افراد کے لیئے یہ حکم تھا کہ وہ ہدایات مندرجہ خط مذکور پر عمل کریں چٹھی کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ فترصد بها قريشا وتعلم لنا من اخبارهم جسکے یہ معنی ہیں کہ قریش کی گھات میں رہو۔ اور ہمیں اُنکی خبر لادو (ابن ہشام) اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس جماعت کا مدعا یہ تھا کہ وہ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں قریش کے متعلق خبر لاویں۔

میور نے چٹھی کے الفاظ کو تو نقل کیا ہے۔ مگر ارادتاً آخری الفاظ کو چھوڑ دیا ہے۔

یعنی یہ الفاظ کہ ہمکو انکی خبر لا دو نہیں لکھے۔

(۲) اُس جماعت کے سرگروہ کو یہ حکم تھا کہ وہ صرف اُن لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاوے۔ جو خوشی سے جانا پسند کریں۔ وہ کسی ہمراہی کو اُسکی مرضی کے خلاف اپنے ساتھ نہ لے جاوے اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مہم کا مدعا لڑائی یا لوٹ نہیں تھا۔ بلکہ اُسکا مدعا محض خبر لانا تھا۔ اس جماعت کے سردار کے پاس صرف سات یا آٹھ ہمراہی تھے۔ اور ان ہمراہیوں کو اختیار تھا۔ کہ جب چاہیں واپس چلے آویں۔ سردار کو حکم تھا۔ کہ وہ بہرحال فوراً نخلہ کو روانہ ہو جاوے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جماعت کی روانگی کی غرض صرف دشمن کے حالات کا پتہ لگانا تھا۔

میور لکھتا ہے کہ عبد اللہ نے اُس حکم کو پڑھکر اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ جو شخص واپس جانا چاہے چلا جائے۔ مَیں خود تو پیغمبر خدا صلعم کے حکم کی تعمیل میں آگے چلا جاؤنگا۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس جماعت کو قریش کے حالات کا پتہ لگانے کے لیئے بھیجا تھا۔ اور جیسا کہ عیسائی معترض کہتے ہیں۔ کاروانوں کے لوٹنے کے لیئے ہرگز روانہ نہیں کیا تھا کیونکہ عبد اللہ تنہا قافلہ کو لوٹ نہیں سکتا تھا ہاں قریش کی خبر لا سکتا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو قریش کے حالات کا پتہ لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور آپنے عبد اللہ کو اہل مکہ کی خبر لانے کے لیئے کیوں بھیجا تھا؟ پس اسکا جواب یہ ہے کہ بموجب روایت ابن ہشام جو چٹھی عبد اللہ کے پاس تھی اسمیں قریش کی خبر لانے کی ہدایت تھی۔ اور قریش کے قافلوں کا مطلق ذکر نہ تھا۔ دوم اگر عبد اللہ قافلوں کی خبر بھی لاتا تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ مدینہ سے اسقدر دور دراز فاصلہ پر ان قافلوں کو مغلوب کیا جاتا۔ جب تک حضرت عبد اللہ کسی کارواں کی خبر پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں پہنچاتے اُس سے بہت عرصہ پہلے وہ قافلہ مکہ پہنچ سکتا تھا اگر کوئی کہے کہ اچھا مانا کہ کارواں پر حملہ کرنا اسکا مدعا نہیں تھا۔ تو پھر اس جماعت کے بھیجنے کی غرض کیا تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کو ایک تو قریش کے حملہ کا خوف تھا اور دوسرا خوف یہ بھی تھا کہ قریش اُن بت پرست قوموں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دینگے جو تجارت کے

راستوں کے آس پاس آباد تھیں یہ قبائل عموماً اہل مکہ کے طرف دار تھے۔ اور آنحضرت صلعم کو اندیشہ تھا کہ کہیں یہ سب قومیں ملکر مدینہ کے تھوڑے سے مسلمانوں کی مخالفت نہ ہو جاویں۔ اور آئندہ واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ آنحضرتؐ کا یہ خوف بالکل سچا تھا۔ اسی خوف کے باعث آنحضرت صلعم نے انہیں سے بعض قوموں سے معاہدے کیئے جو ملک شام کے تجارتی راستہ پر آباد تھیں۔ ان معاہدوں کے رو سے ان قوموں نے یہ اقرار کیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہرگز نہ لڑیں گے اور نہ ہی قریش کی مدد کریں گے۔ حضرت نبی کریم کو خوب معلوم تھا کہ قریش مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور حفظ ماتقدم کے طور پر ضروری تھا کہ دشمن کے حرکات و سکنات کے متعلق آپ پوری خبر رکھیں۔ اور ایسی خبروں کے معلوم کرنے کے لیئے آنحضرت صلعم چھوٹی چھوٹی جماعتیں باہر بھیجا کرتے تھے اور عبد اللہ کی جماعت بھی اسی قسم کی جماعت تھی جو ہدایت پیغمبر خدا صلعم نے عبد اللہ کو دی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جماعت کے باہر جانیکا مدعا کیا تھا۔

(۳) حملہ کرنیسے پہلے جو مشورہ اُس جماعت نے آپسمیں کیا اُس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ کی طرف سے حملہ کرنیکا کوئی حکم نہ تھا۔ وہ مدینہ سے شہر حرام میں روانہ ہوئی تھی جس میں لڑائی عام طور پر ممنوع ہے اگر لڑائی کی غرض سے اُنکو بھیجا جاتا تو فوراً یہ سوال پیدا ہوتا کہ شہر حرام میں لڑائی جائز ہے یا نہیں؟ اور ضروری تھا کہ وہ چلنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر دریافت کر لیتے کہ اگر وہ قافلہ جسپر حملہ کرنے کے لیئے ہم جاتے ہیں شہر حرام کے اندر ملجائے تو کیا ہم اسپر حملہ کریں یا نہ کریں؟ اگر حضرت نبی کریم صلعم نے اُس جماعت کو لڑائی کیلیئے بھیجا ہوتا تو اُنکو آپسمیں مشورہ کرنیکی کیا ضرورت تھی؟

(۴) اُس جماعت کو کوئی زبانی ہدایتیں نہیں دی گئی تھیں جو ہدایتیں اُسکو دی گئی تھیں وہ صرف اُس چٹھی میں درج تھیں جو اُسکو مدینہ سے چلنے کے وقت دی گئی تھی اس مہم کے مدعا کا پتہ لگانے کے لیئے ضروری ہے کہ ہم صرف چٹھی کے مضامین تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھیں۔ کسی کو کیا حق ہے کہ کوئی ایسی غرض پیغمبر خدا صلعم کی طرف منسوب کرے جو اُس چٹھی سے ظاہر نہیں ہوتی؟ اس تحریری چٹھی سے صاف ظاہر ہے کہ اُس جماعت کا

مقصود قریش کے متعلق خبر لانا تھا اور لڑنا یا لوٹنا ہرگز ہرگز مقصد نہ تھا۔

(۵) جب وہ مدینہ میں قیدی اور غنیمت کا مال لیکر پہنچے تو انکو معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلعم اُن پر سخت ناراض ہو گئے ہیں وجہ صرف یہ تھی کہ وہ قیدی اور غنیمت کا مال لیکر کیوں آئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے عبد اللہ سے یوں فرمایا "میں نے تم کو شہر حرام میں لڑائی کے لیئے کب کہا تھا؟"۔ میور لکھتا ہے کہ عبد اللہ اور اُسکے ہمراہیوں کو لوگوں نے بڑی ملامت کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عبد اللہ نے آنحضرتؐ کے ایما سے قریش پر حملہ نہیں کیا۔ باوجود ان حالات کے پھر بھی یہ خیال کرنا کہ عبد اللہ کو پیغمبر خدا صلعم نے قریش پر حملہ کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ پرلے درجہ کا جھوٹ ہے۔

ہم نے اب یہ دیکھنا ہے کہ عبد اللہ کا طریق عمل جو کسی صورت میں پیغمبر خدا صلعم کے حکم کے ماتحت نہیں تھا۔ کہانتک انصاف سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ بلاشبہ اُسکا طریق عمل سراسر انصاف پر مبنی تھا۔ مانا کہ اہل مکہ نے اسپر اعتراض کیا۔ مگر اعتراض کی وجہ یہ نہ تھی کہ عبد اللہ کا فعل بذات خود قابل اعتراض تھا۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ ایسا فعل شہر حرام میں کیوں کیا گیا۔ اہل مکہ کو معلوم تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر کوئی کم زیادتیاں نہیں کیں اس واسطے انہوں نے اپنے اعتراض میں یہ زور دیا کہ ایسا فعل ایسے پاک مہینے میں کیوں کیا گیا۔ عبد اللہ بھی یہ کام نہ کرتا مگر قریش کی دشمنی نے اُسکو مجبور کیا۔ قریش نے اسلام کے ساتھ دشمنی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا تھا مسلمانوں نے اپنے تمام حقوق کھو دیئے تھے مسجد مقدس سے نکالے گئے تھے اور اسی مسجد کی عزت کیواسطے یہ مہینے پاک سمجھے جاتے تھے۔ پس قریش اس پاک مہینے میں کسی حفاظت کے مستحق نہیں تھے۔ جو آیتیں اس معاملہ میں نازل ہوئی ہیں وہ سارے معاملہ کو صاف کر دیتی ہیں۔ یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه. قل قتالٌ فيه كبيرٌ وصدٌ عن سبيل الله وكفرٌ به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل ط ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم ان استطاعوا ط یعنی سوال کرتے ہیں تجھ سے حرمت والے مہینہ میں لڑنے

کے متعلق۔ تو کہہ کہ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور خدا کی راہ سے بند کرنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اُسکے لوگوں کو اُسمیں سے نکال دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور وہ ہمیشہ لڑتے رہیں گے جو لڑتے جاویں گے تم سے یہانتک کہ پھیر دیں تمکو تمھارے دین سے اگر ان سے ہو سکے۔

اب اہل مکہ کے ان افعال کو عبد اللہ کے فعل کے مقابلہ میں موازنہ کرو۔ اور دیکھو کہ کسکا پلہ بھاری ہے۔ پیغمبر خدا صلعم کو کتنی ہی تکلیف پیش آئی مگر آپنے کبھی کسی امر کے متعلق اجازت نہیں دی جب تک کہ خدا کی طرف سے کوئی حکم اسکے متعلق صادر نہ ہوگیا آپکے آخری الفاظ مفصلہ ذیل تھے۔

"مجھے خدا کی قسم مجھے کوئی شخص کسی معاملہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مینے اپنے پاس سے کوئی حکم دیا ہے۔ مینے وہی جائز کیا جسکی بابت خدا نے حکم دیا۔ اور مینے انہی چیزوں کی ممانعت کی جو خداوند کریم نے اپنی کتاب پاک میں منع فرمائی ہیں" یہی وجہ تھی آپنے عبد اللہ پر ناخوشی ظاہر فرمائی کہ اس نے شہر حرام میں قریش پر کیوں حملہ کیا۔ عبد اللہ نے اجتہاد سے کام لیا اور اسکی رائے میں اُسے یہ فعل جائز معلوم ہوا لیکن چونکہ معاملہ خفیف نہ تھا اور پیغمبر خدا صلعم کو اسکے جواز کے متعلق کوئی وحی الٰہی نہ ہوئی تھی اس واسطے آپنے عبد اللہ پر ناخوشی ظاہر فرمائی۔ عیسائی معترض اپنے طرز کو بھولکر عبد اللہ کے طرز عمل پر کوئی اعتراض کریں تو کریں مگر آنحضرت صلعم کی ذات مبارک اس معاملہ میں تمام ذمہ داری سے بری ہے۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ دو قیدیوں میں سے ایک یعنی حکم بن کیسان نے اسلام قبول کر لیا اگرچہ اسکو قید سے آزاد کر دیا گیا تھا تاہم اُسنے آنحضرتؐ کی خدمت سے علیحدہ ہونا پسند نہ کیا۔ اگر ان قیدیوں کو ظلم سے پکڑا جاتا تو یہ اسلام کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے چہ جائیکہ انہیں سے ایک ایسا مسلمان ہو جاتا کہ اُسنے پھر باوجود آزاد ہونے کے حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت سے دُور ہونا گوارا نہ کیا۔ حکم کا ایمان اسقدر محکم ہوگیا تھا کہ آنحضرتؐ نے اُسکو واعظ مقرر فرمایا۔ اور وہ اُن ستر آدمیوں میں سے تھا جو نہایت بے رحمی سے بئر معونہ پر شہید کیئے گئے۔

جنگ بدر جس بات کا پیغمبر خدا صلعم کو خوف تھا آخر وہی وقوع میں آگئی۔ قریش کے دس ہزار مضبوط سپاہی مسلمانان مدینہ کو نیست و نابود کرنیکے لیئے مکہ سے روانہ ہوئے اس فوج کے سپہ سالار قریش کے تمام سردار تھے۔ قریش کی اس فوج کے کوچ کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ مکہ میں یہ خبر پہنچی کہ مسلمان ایک مکہ کے قافلہ پر جو شام سے آرہا تھا حملہ آور ہوئے ہیں اور اسکا تعاقب کر رہے ہیں۔ جو شخص خبر لایا تو اسکے منہ سے یہ الفاظ نکلے "اے قریش! اے قریش!! تمھارے قافلہ کا تعاقب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کر رہا ہے۔ پس مدد کرو۔ مدد کرو"۔ لیکن اس بات کے ثابت کرنیکے لیئے کہ اسوقت مسلمان کسی کا تعاقب نہیں کر رہے تھے بڑی مضبوط شہادت موجود ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے جس فاصلے پر بدر واقع ہے اس سے یہ بات بخوبی ثابت ہو سکتی ہے۔ مدینہ سے بدر تین دن کا سفر ہے اور مکہ سے بدر نو دن کا سفر ہے۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ جب مسلمان مقام بدر پر پہنچے تو قریش پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ پھر اس بات کو بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ مکہ کی فوج مسلمانوں کی فوج سے تعداد اور سامان میں بہت زیادہ تھی۔ مکہ والوں کو کوچ کی تیاری کرنے کے لیئے تین دن لگے اور چونکہ انکو راستہ میں معلوم ہو گیا تھا کہ قافلہ صحیح سلامت ہے اسواسطے انکی رفتار بھی سست ہونی چاہیئے تھی۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کا قریش کو بدر پر ملنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب قاصد نے مکہ میں جاکر یہ خبر دی تھی کہ مسلمان قافلہ کا تعاقب کر رہے ہیں اسوقت مسلمان چپ چاپ مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ قریش کی فوج نے پہلے کوچ کیا۔ اور نصف فاصلہ کو وہ طے کر چکے تھے جبکہ مسلمانوں نے شہر کو چھوڑا۔ اب ان حالات کو دیکھکر اس تعاقب کی خبر کے جھوٹا ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اور جنگ کے وقت بسا اوقات ایسی خبریں اڑ جایا کرتی ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جب قاصد نے مکہ میں تعاقب قافلہ کی خبر دی تو اسوقت قافلہ کا کوئی تعاقب نہیں ہو رہا تھا۔ ایک دوسری وجہ اس بات کے جھوٹا ہونیکی یہ بھی ہے کہ اگر مسلمانوں کا مدعا قافلہ پر حملہ کرنا تھا تو وہ مکہ سے شمال کی طرف جاتے تاکہ ملک شام سے آتے ہوئے قافلہ کو راستہ پر روک لیتے۔ اور مسلمان ہرگز جنوب کی طرف بدر کو نہ آتے۔ میور کہتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم پہلے دو یا تین دن تک مدینہ

کو آنیوالی سیدھی سڑک پر چلے۔ لیکن صفرا پر پہنچکر مغرب کو بدر کی طرف تشریف لیگئے بدر مکہ کے راستہ پر واقع ہے۔ مکہ کے ایک لٹیرے سردار کرز بن جابر کو آنحضرت صلعم نے بدر تک بھگایا تھا۔ اور اُحد کی لڑائی کے بعد ابو سفیان نے بدر کو آئندہ لڑائی کی جگہ مقرر کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہم آئندہ سال بدر کے مقام پر پھر ملیں گے۔ اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان لڑائی کا مناسب موقعہ بدر ہے۔ مسلمانوں کی فوج ٹھیک اُس طرف روانہ ہوئی جس طرف سے کہ مدینہ پر حملہ ہوسکتا تھا تاکہ اس حملہ کو روک سکیں۔ اور پھر قافلہ میں صرف تیس۳۰ یا چالیس۴۰ آدمی تھے اور آنحضرت صلعم کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اس تھوڑی سی تعداد کو مغلوب کرنیکے لیئے قریباً اپنی ساری جمعیت کو ہمراہ لاتے۔

لیکن اس خبر کو سنکر کہ مسلمان قافلہ کو روکنا چاہتے ہیں ابو جہل اور دیگر سرداران قریش کو ایک موقعہ ہاتھ آگیا۔ اور اس طرح سے انہوں نے لوگوں کو اکسایا۔ جو تیاریاں اُنہوں نے کیں اُس سے ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دینا چاہتے تھے۔ میور کہتا ہے کہ ہر ایک آدمی کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کو تباہ کر دیا جاوے۔ ہر ایک آدمی یہ چاہتا تھا کہ وہ اس فوج میں شامل ہووے۔ جو شخص فوج میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا اُسکو مجبور کیا جاتا تھا۔ اور بزدلی کا الزام لگا کر اُسکو اکسایا جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اُمیہ بن خلف جو کہ ایک فربہ شخص تھا کعبہ کے پاس اپنے دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور اُس نے چلنے کی تیاری نہیں کی تھی۔ عقبہ اُسکے پاس ایک دھکتے ہوئے کوئلوں کی انگیٹھی بھر کر لایا اور کہا یا ابا علی استجمر فانما انت من النساء یعنی ان کوئلوں کو سینک کیونکہ تو ایک عورت ہے۔ اس تحقیر سے اُمیہ پر پورا اثر ہوا۔ اور فوراً لڑائی کے لیئے تیار ہوگیا جو لوگ نہیں جا سکتے تھے اپنے قائم مقام انہوں نے بھیجے۔ بڑی کوشش کی گئی کہ ایک کثیر التعداد فوج میدان میں جاوے اور اس سے مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کی جماعت کا جنہوں نے جا کر مدینہ میں پناہ لی تھی خاتمہ کر دیا جاوے صرف قافلہ کو بچانا اس فوج کا ہرگز مقصود نہ تھا۔ اگر صرف قافلہ کو بچانا مقصود ہوتا۔ تو چند سوار فوراً قافلہ کی حفاظت کے لیئے روانہ کیئے جاتے۔ اس قافلہ کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ مسلمان بڑی تیزی سے

اسکا تعاقب کر رہے ہیں۔ اگر صرف اس قافلہ کو بچانا ہی مقصود تھا تو اتنی بڑی فوج کی کیا ضرورت تھی۔ جس نمایش سے یہ فوج مکہ سے باہر نکلی اس سے اسکا عندیہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ فوراً مکہ سے باہر نہیں نکلے کہ جلدی سے جاکر قافلہ کو بچائیں بلکہ انہوں نے اس طرح کوچ کیا جیسا کہ کوئی زبردست لشکر اس ارادہ سے روانہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کمزور مخالف کو جاکر تباہ کرے ۔ اُنکے ساتھ ساتھ گانیوالی عورتیں تھیں جنکے پاس طبلے تھے اور یہ عورتیں فوجیوں کے سامنے گاتی تھیں جبکہ وہ چشموں پر ڈیرہ ڈالتے۔ کون دانا ایسی فوج کو دیکھکر یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہ کسی چھوٹے قافلہ کی حفاظت کیلئے جارہی ہے جس میں خیر سے صرف چالیس آدمی ہیں۔ مکہ سے قریش کے لشکر کے روانہ ہونے کی حقیقی اور اصلی غرض اُسوقت بخوبی ظاہر ہوگئی جبکہ راستہ میں لشکر والوں کو معلوم ہوگیا کہ قافلہ بالکل محفوظ ہے باوجودیکہ اُنکو یہ خبر مل گئی پھر بھی وہ آگے آگے ہی کوچ کرتے گئے یہانتک کہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے جہاں مسلمانوں کی چھوٹی سی جمیعت کے ساتھ اُنکا مقابلہ ہوا۔ جب قافلہ کے محفوظ نکل جانیکی خبر لشکر قریش میں پہنچی تو ایسے لوگوں نے جنکو لشکر کے ساتھ کوچ کرنیکے لیئے مجبور کیا گیا تھا اور جن کے آگے کوچ کی غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ مسلمان قافلہ کا تعاقب کر رہے ہیں۔ واپس جانے کی تجویز پیش کی مگر اُنکی آواز کو کون سنتا تھا ابوجہل اور دیگر رؤسا مکہ نے جنکی غرض مسلمانوں کو نابود کرنا تھی لشکر کو آگے کوچ کرنے کا حکم دیا۔

قرآن شریف سے بدر کا قصہ بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ عیسائی مورخ بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے دریافت کرنے کے لیئے اور اُس زمانہ کے مسلمانوں اور کفار کی تاریخ معلوم کرنے کے لیئے قرآن شریف سے بڑھکر اور کوئی معتبر اور قابل وثوق ذریعہ نہیں۔ چنانچہ میور اپنی کتاب لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ "اسلام کی پیدائش اور اُسکے بانی کے حالات کی تفتیش کرنے کے لیئے قرآن شریف ایک صحیح کسوٹی ہے۔ اس سے ہم آپ کی زندگی اور آپ کی سیرۃ کو اچھی طرح پرکھ سکتے ہیں اور قرآن مجید آپکے حالات کے لیئے ایک چابی کا کام دیتا ہے۔"

یہ ہے میور کی گواہی قرآن شریف کے متعلق۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بدر کے متعلق قرآن شریف جو سب کے نزدیک ایک مسلم اور قابل اعتبار تاریخ ہے کیا فرماتا ہے چونکہ قرآن شریف کی شہادت یقینی ہے اسلیئے قرآن شریف کے بیانات سے جو صحیح نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ بھی قطعی اور یقینی ہونگے۔ اور کسی کو حق نہ ہوگا کہ اُنپر کوئی اعتراض کرے یا اُنکے قبول کرنے سے انکار کرے۔ قرآن شریف بدر کے واقعہ کا ذکر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ کما اخرجك ربك من بیتك بالحق ؕ وان فریقاً من المؤمنین لکارھون۔ یجادلونك فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون۔ واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین۔ یعنی جس طرح نکالا تجھکو تیرے ربنے تیرے گھر سے (یعنی مدینہ سے) ساتھ حق کے اور تحقیق ایک فرقہ مسلمانوں میں سے البتہ (جنگ کے لیئے نکلنا) پسند نہیں کرتے تھے۔ جھگڑا کرتے تھے تجھ سے اس حق بات میں بعد اسکے کہ حق ظاہر ہوا گویا کہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ (موت کو) دیکھتے ہیں۔ اور جب وعدہ کرتا تھا تم کو اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا یہ کہ وہ تمھارے لیئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ بن شوکت والا تمھارے لیئے ہو اور اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ حق کو اپنی باتوں (پیشگوئیوں) کے ذریعہ سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑھ کاٹ دے۔

ان آیات سے مندرجہ ذیل امور صاف طور پر ثابت ہوتے ہیں۔ اول جب مسلمانوں کو کوچ کرنیکا حکم ہوا تو بعض انہیں سے مدینہ سے نکلنا پسند نہیں کرتے تھے اور وہ کفار کا مقابلہ کرنے سے ڈرتے تھے۔ اگر صرف قافلہ کو لوٹنا ہی اس کوچ کی غرض ہوتی تو بعض مسلمان اسقدر خوف زدہ نہ ہوتے۔ کیونکہ قافلہ کے ساتھ صرف ۳۰۔۴۰ آدمی تھے اور اُنکو مسلمان بڑی آسانی سے مغلوب کر سکتے تھے۔ دوم۔ ان آیات میں دو جماعتوں کا ذکر ہے ایک اُنمیں سے وہ جماعت تھی جو قافلہ کی حفاظت کے لیئے اُس کے ساتھ تھی اور دوسری وہ فوج تھی جو مکہ سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے

کے لیئے نکلی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اسلام کی جمعیت کو مدینہ منورہ سے باہر نکلنے کا حکم ہوا تو اُسوقت دونوں جماعتیں یعنی قافلہ کی محافظ جماعت اور قریش کی فوج دونوں موجود تھے۔ اور مدینہ سے نکلنے سے پہلے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا کہ ان دو جماعتوں میں سے ایک جماعت پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی اور مسلمانوں کو بھی اس وعدہ کی خبر تھی مگر چونکہ وہ ابھی بہت کمزوری کی حالت میں تھے اسلیئے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کفار کے لشکر جرار سے اُنکا مقابلہ ہو بلکہ وہ یہ پسند کرتے تھے کہ یہ موعودہ جماعت قافلہ کی جماعت ہو جنکو مغلوب کرنے میں اُنکو کوئی دِقت نہ ہوگی کیونکہ وہ بن شوکت والی ہے۔ سوم۔ ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صرف خدائے تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نہ کسی لوٹ مار کی خواہش اور لالچ سے مدینہ سے روانہ ہوئی تھی۔ کیونکہ قرآن شریف فرماتا ہے اخرجك ربك من بيتك بالحق۔ یعنی تیرے رب نے تجھے تیرے گھر میں سے نکالا حق کے ساتھ۔ یعنی تو خدائے تعالیٰ کے حکم سے مدینہ سے روانہ ہوا۔ اور اس نکلنے کی غرض بھی قرآن شریف خود ہی بیان فرماتا ہے قرآن شریف کے رو سے آپ اور آپکے صحابہؓ حق کے ساتھ نکلے یعنی وہ کسی ظلم اور تعدی کے لیئے مدینہ سے نہیں نکلے تھے۔ بلکہ اُنکا نکلنا حق پر مبنی تھا اور اُنکے لیئے ضروری اور واجب تھا کہ وہ اُسوقت خروج کرتے۔ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی غرض اس میں یہ ہرگز نہ تھی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کریں بلکہ جب خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی (صلعم) کو نکلنے کے لیئے حکم دیا تو اُسکی غرض یہ تھی کہ خدا کا وعدہ پورا ہو اور کافروں کی جڑھ کاٹ دیجائے۔ قرآن شریف صاف فرماتا ہے ويريد الله ان يحق الحق بكلمته ويقطع دابر الكفرين ليحق الحق ويبطل الباطل ولو كره المجرمون یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اپنی باتوں کو پورا کرکے حق کو ثابت کرے اور (میدان جنگ میں مسلمانوں اور کفار کی مٹھ بھیڑ کراکر) کفار کی جڑھ کاٹ دے تاکہ دین حق کی سچائی ثابت کرے اور (کفار کے) باطل مذہب کا جھوٹا ہونا ظاہر کردے اگرچہ خدائے تعالیٰ سے قطع تعلق کرنیوالے (مجرم) کفار پسند نہ کریں۔ ان آیات سے دو باتیں

صاف طور پر معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ مسلمان خود بخود مدینہ سے نہیں نکلے تھے بلکہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے نکلے تھے اور دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ نے اُن کو اس لیئے کوچ کرنیکا حکم نہیں دیا تھا کہ وہ قافلہ کو جا کر لُوٹ لائیں بلکہ اس لیئے حکم دیا تھا کہ کفار پر تباہی اور عذاب نازل ہونے کی پیشگوئی جو مکہ میں آپنے بار بار اپنے مخالفین کو سنائی تھی وہ اب پوری ہو اور مسلمانوں کے ہاتھ سے کفار کے بڑے بڑے سردار اور مدبّر ہلاک ہوں اور اسی طرح کفار کی جڑھ کاٹی جائے اور اسلام کا سچّا ہونا اور بُت پرستوں کے معبودوں کا باطل ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو جاوے۔ اور ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے مدینہ سے کوچ کرنیکے وقت کفار کی دو جماعتیں موجود تھیں ایک قافلہ کی جماعت دوسرے کفار مکہ کی فوج اور خدائے تعالیٰ کی غرض یہ تھی کہ اب مسلمانوں کی کفار سے مٹھ بھیڑ ہو اور کفار کے سرغنے اور ایک بڑا حصّہ جماعت کفار کا مسلمانوں کے ہاتھ سے ہلاک ہو کر مکّی پیشگوئیوں کو پورا کرے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت مسلمانوں کو یہ یقینی طور پر علم نہ تھا کہ ان دو گروہوں میں سے کس گروہ کے ساتھ اُنکا مقابلہ ہوگا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ بعض اُنمیں سے اپنی کمزور حالت کو دیکھ کر دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ موعودہ جماعت جنکے ساتھ اُن کا مقابلہ ہوگا وہ قریش کا لشکر نہ ہو بلکہ قافلہ ہو جنکا مغلوب کرنا اُنکے لیئے ایک آسان امر ہوگا۔ مگر قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے یہ پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مصلحت کی وجہ سے مسلمانوں کو اس امر کا یقینی علم نہ دیا کہ اُنکا مقابلہ کس گروہ کے ساتھ ہوگا۔ اور اسمیں مصلحت یہ تھی کہ تا بعض کمزور مسلمان یہ سنکر کہ کفار قریش کے لشکر جرار سے اُنکا مقابلہ ہوگا پہلے ہی اپنے جی چھوڑ بیٹھیں اور اُنکی ہمتیں نہ ہار جائیں۔ ایسا ہی خدائے تعالیٰ نے اور بھی کئی ذرائع ایسے استعمال کیئے جنسے یہ غرض تھی کہ مسلمان اپنی ہمت کو نہ ہار دیں مثلاً جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مسلمانوں نے کفار لشکر کا صرف ⅔ حصّہ دیکھا اور تیسرے حصّہ کو بلندی سے پیچھے رکھکر اُنکی نظروں سے غایب رکھا تا کثرت فوج کو دیکھکر حوصلہ نہ توڑ دیں۔ مسلمانوں کو صرف اپنے سے دو چند آدمی دکھائی اور

اُن کو پہلے وعدہ دے چکا تھا کہ کمزوری کی حالت میں بھی مسلمان اپنے سے دو چند کفار پر غالب آجایا کرینگے اسلیئے مسلمانوں نے ہمت کو نہ ہارا۔ وہ وعدہ جسکا میں نے ابھی ذکر کیا ہے مندرجہ ذیل آیات میں ہے۔ الئٰن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین یعنی اب تخفیف کی اللہ تعالیٰ نے تم سے اور جانا کہ تم میں ناتوانی ہے پس اگر ہوں تم میں سے سَو صبر کرنیوالے غالب آئیں گے دو سَو پر اور اگر ہوں تم میں سے ہزار غالب آویں دو ہزار پر اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں (استقامت والوں) کے ساتھ ہے۔

اس وعدہ کے مطابق جب مسلمانوں نے اپنے سے دو چند تعداد دیکھی تو انکو تسلی ہوئی۔ خواب میں اور نیز مقابلہ کے وقت کم تعداد دکھانے کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات میں ہے۔ اذ یریکھم اللہ فی منامك قلیلا ولو اراکھم کثیرا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلم انہ علیم بذات الصدور۔ واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا۔ (انفال۔۵) جب تجھے خواب میں کافروں کو تھوڑے دکھاتا تھا اور اگر دکھلاتا تجھکو وہ بہت البتہ تم سستی کرتے اور جھگڑتے اس معاملہ میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا۔ تحقیق وہ سینہ کی بات کو جانتا ہے۔ اور جس وقت دکھاتا تھا تمھیں تمھاری آنکھوں میں وہ کافر تھوڑے جب تم ملے اور تھوڑا دکھلاتا تھا تمکو انکی آنکھوں میں تاکہ اللہ تعالےٰ اُس کام کو جو اُس نے کرنا تھا پورا کر دے۔

جیسا خدائے تعالیٰ نے کافروں کو تعداد میں تھوڑا دکھا کر مسلمانوں کو ثابت قدم رکھا ایسا ہی فرشتوں کی مدد کا وعدہ فرما کر انکی حوصلہ افزائی کی چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ

مردفین - وما جعله الله الا بشریٰ ولتطمئن به قلوبکم وما النصر الا من عند الله - ان الله عزیز حکیم - جبوقت فریاد کرتے تھے تم پروردگار اپنے سے پس قبول کیا واسطے تمہارے یہ کہ میں مدد دونگا تمکو ہزار فرشتوں کے ساتھ پیچھے پیچھے آنیوالے - اور نہیں کیا اُسکو اللہ نے مگر خوشخبری اور تاکہ تمہارے دل اسکے ساتھ اطمینان حاصل کریں - مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے بتحقیق اللہ غالب ہے حکمت والا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا بیان سے مندرجہ ذیل امور صفائی سے ثابت ہوتے ہیں۔

ا - جب مکہ کی فوج مدینہ کی طرف کوچ کر رہی تھی اُسوقت کوئی مسلمان قافلہ کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔

ب - مسلمانوں کی جمعیت قریش کے لشکر کے مکہ سے روانہ ہونے کے بہت دن بعد مدینہ سے نکلی۔

ج - جب مسلمانوں کو نکلنے کا حکم ہوا تو بعض اُنہیں نکلنے سے خوف کرتے تھے۔

د - جب خدائے تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو نکلنے کا حکم ہوا تو اس حکم کی غرض یہ ہرگز نہ تھی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کریں بلکہ خدا کا ارادہ اس حکم سے یہ تھا کہ قریش کے لشکر کے ساتھ جو بڑے جوش کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھ رہا تھا مسلمانوں کا جنگ ہو اور قریش کی جڑھ جنگ میں کاٹ دیجاوے۔

ھ - مدینہ سے نکلنے کے وقت مسلمانوں کو اس بات کا علم تھا کہ قریش کی فوج میدان میں نکل آئی ہے۔

و - مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہ حق کے ساتھ نکلیں - یعنی کسی تعدی اور ظلم کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے اُسکے دین کی حفاظت کے لئے نکلیں۔

ز - اگر صرف قافلہ کو لوٹنے کے لئے مسلمان خود بخود نکلتے تو انکو چاہیئے تھا کہ مدینہ سے شمال کی طرف جاکر شام سے آتے ہوئے قافلہ کو روک لیتے - مکہ کی سڑک پر کوچ کرتے

ضرورت نہ تھی۔ اور نہ یہ ضرورت تھی کہ اسقدر جمعیت اور تیاری کے ساتھ ایک فوج کی صورت میں ہو کر نکلتے۔

ح۔ جب اُنکو خدا کی طرف سے نکلنے کا حکم ہوا اور وعدہ دیا گیا کہ دو گروہوں میں ایک پر تم غالب ہو گے تو اُسوقت اُنہیں سے بعض نے دل میں قافلہ کی خواہش کی نہ اسلیئے کہ قافلہ سے لوٹ کا مال ملے گا بلکہ اسلیئے کہ دونوں گروہوں میں سے قافلہ غیر ذات الشوکۃ تھا یعنی اُسکے پاس قوت اور شوکت نہ تھی اور اسلیئے اُنکے مقابلہ میں آسانی تھی اور کوئی خوف و خطر نظر نہیں آتا تھا۔ انہوں نے صرف لشکر پر قافلہ کو ترجیح دی اور خیال کیا کہ لڑنا تو ہے ہی کمزور گروہ کے ساتھ لڑائی ہو زبردست جماعت کے ساتھ مقابلہ نہ پڑے۔ پس انہوں نے قافلہ کی کمزوری کی وجہ سے اُسکو ترجیح دی نہ لوٹ کے مال کی وجہ سے۔

قریش کی غرض فوج کشی کرنے میں کیا تھی؟ یہ امر اُن حالات سے ظاہر ہو جاتا ہے جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ اُن حالات کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رؤسائے قریش کا اصلی مدعا مسلمانوں کو کچل دینا تھا۔ طرفین کے اغراض جس خوبی سے قرآن مجید بیان فرماتا ہے اُس سے بہتر کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے الذین اٰمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت (النساء) یعنی مومن خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر بتوں کی راہ میں اور اُنکی حمایت میں لڑتے ہیں۔ پس یہ ہے قرآن شریف کی شہادت جسکی شہادت کو عیسائی بھی سب سے زیادہ قابل وثوق یقین کرتے ہیں۔ مسلمان نہ لوٹ مار کے لیئے بلکہ خدا کے حکم سے اُسکی راہ میں جنگ کرتے تھے اور قریش کی بھی اور کوئی غرض نہ تھی سوائے اسکے کہ وہ اسلام کو نابود کر کے اپنے بتوں کی حمایت کریں۔ یعنی کفار تو اسلام کو نابود کرنیکے لیئے جنگ کرتے تھے اور مسلمان اسلام کو کفار کے ہاتھ سے بچانے کے لیئے لڑتے تھے۔

اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ عیسائیوں کا اعتراض ٹھیک ہے اور مسلمانوں کی غرض مدینہ سے نکلنے میں اور کوئی نہیں تھی سوائے اسکے کہ وہ قافلہ کو لوٹیں۔ پھر بھی اس سے مسلمانوں پر کوئی الزام نہیں آسکتا اس امر سے تو عیسائی انکار نہیں کر سکتے کہ قریش مسلمانوں کے دشمن تھے۔

جو قومیں اُنکی تجارت کے راستہ پر رہتی تھیں اُنسے اُنکے دوستانہ تعلقات تھے علاوہ اسکے کعبہ کے پروہت ہونے کی وجہ سے اُنکو کل اقوام عرب میں ایک رسوخ حاصل تھا۔ اس لیئے قریش کے قافلے راستہ کے قبایل کو مسلمانوں کے برخلاف اکساتے۔ نام کو تو وہ تجارت کے لیئے جاتے مگر تجارت کے بہانے سے ملک عرب میں ایک آگ لگاتے۔ ان قافلوں کی آمد و رفت مسلمانوں کے لیئے ایک خطرہ کا موجب تھی اور مسلمانوں کے لیئے ضروری تھا کہ اس خطرہ سے اپنا بچاؤ کرتے۔ اسی خطرہ سے بچنے کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبایل کے ساتھ امن کے معاہدے کیئے تا وہ مسلمانوں کے برخلاف قریش کا ساتھ نہ دیں۔ پس اگر آپنے اس خطرناک آمد و رفت کو روکنے کیلیئے قافلہ پر حملہ کرنا چاہا تو یہ نہ صرف جائز کام تھا بلکہ امن قائم رکھنے کے لیئے اور اپنی جانوں کو بچانے کے لیئے سخت ضروری تھا۔ ان قافلوں کا مسلمانوں کے لیئے خطرناک ہونا خود میور کے بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں کی چستی اور راستہ کے بہت سے قبائل کے ساتھ امن کے معاہدے کر لینے کی وجہ سے قریش کو شام کی تجارت کے اس راستہ پر کامیابی حاصل نہ ہوئی جو مدینہ سے مغرب کی طرف واقع تھا اور اس راستہ کے قبائل کو وہ مسلمانوں کے برخلاف برانگیختہ نہ کر سکے تو اُنہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا جو مدینہ سے مشرق کی طرف نجد کے علاقہ میں سے گذرتا تھا۔ اور اس راستہ کے قبائل کو مسلمانوں کے برخلاف برانگیختہ کرنے اور اُنمیں مسلمانوں کی دشمنی کی آگ بھڑکانے میں اُنکو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ولیم میور اس امر کو قبول کرتا ہے وہ لکھتا ہے۔

"یہ راستہ سُلیم اور غطفان دو بڑے زبردست قبائل کے علاقہ میں سے گذرتا تھا۔ اور یہ دونوں قومیں قریش سے رسم اتحاد رکھتی تھیں۔ اور جزیرہ نما عرب کے وسط میں نجد کے میدان کے ایک حصہ میں آباد تھیں۔ اب قریش نے اس علاقہ کی طرف توجہ کی اور جو قومیں ان اطراف میں رہتی تھیں اُنکے ساتھ تعلقات بڑھانے شروع کیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے بعد بنی سُلیم اور بنی غطفان خصوصاً بنی سُلیم مسلمانوں کے سخت دشمن ہوگئے قریش کے اکسانے سے اور ابو سفیان کے نمونہ کی پیروی کر کے اُنہوں نے

مدینہ پر لوٹ مار کے حملے شروع کیے اور لوٹ مار تو ایسی قوموں کا پیشہ ہی تھا"۔ یہ ہے ولیم میور کا بیان جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان قافلوں کی آمد و رفت اسلام کے لیے سخت خطرناک تھی یہ پرامن تجارت کے قافلے نہ تھے بلکہ یہ اسلام کے دشمن تھے جو تاجروں کے لباس میں اسلام کے برخلاف ملک میں عداوت کی آگ بھڑکاتے تھے۔ اور ایک باقاعدہ مسلح جماعت مدینہ پر حملہ کرکے اسقدر نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی جتنا کہ نام کے تاجر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ میور خود اس بات کو قبول کرتا ہے کہ عرب کے ریگستان کے قبایل نے ان قافلوں کی ترغیب سے اور انکے نمونہ سے متاثر ہوکر مسلمانوں کو دکھ دینا شروع کیا۔ قریش ان قافلوں کی وساطت سے عرب کے ایک بڑے حصہ کو مسلمانوں کا خونی دشمن بناکر مسلمانوں کی زندگی انپر دوبھر کرسکتے تھے اور انکو اسمیں بڑی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ تجارت کے اس راستہ پر جو مدینہ سے مغرب کی طرف واقع تھا قریش کو اس تدبیر میں چنداں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ اوّل تو مسلمان خود اس راستہ پر عین وقت پر آموجود ہوتے تھے دوسرے مسلمانوں نے قریش کے اس شر سے بچنے کیلیئے راستہ کے قبایل کے ساتھ امن کے معاہدے کرلیئے مگر تجارت کے اس راستہ پر جو مدینہ کے مشرق کی طرف واقع تھا قریش کو بڑی کامیابی ہوئی اور انہوں نے راستہ کے قبایل کو جو پہلے ہی لوٹ مار کے عادی تھے مسلمانوں کا جانی دشمن بنادیا۔ اور انہوں نے متواتر مدینہ پر چھاپے مارنے شروع کیئے اور مسلمانوں کو بار بار انکے حملوں کے دفعیہ کیلیئے اور انکی جماعتوں کو منتشر کرنیکے لیئے مدینہ سے نکلنا پڑا اور کئی جماعتوں کو یکے بعد دیگرے انکے فتنہ کو فرو کرنیکے لیئے روانہ کرنا پڑا ایک راستہ قریش کی تجارت کا خود مدینہ میں سے گذرتا تھا مگر انکے شر سے بچنے کیلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تن[illegible]لاتے ہی مدینہ والوں سے معاہدہ کیا کہ مدینہ میں کسی دشمن کو جگہ نہ دیجاوے یہانتک کہ یہودی قبایل بھی اس معاہدہ میں شامل ہوئے اور عہد کیا کہ وہ کسی مکہ کے دشمن کو اپنے ہاں پناہ نہ دینگے اسلیئے قریش کے قافلوں کو یہ موقعہ نہیں مل سکتا تھا کہ وہ مدینہ میں سے گذر کر مدینہ والوں کو مسلمانوں کے برخلاف برانگیختہ کریں۔ غرض اسمیں کچھ شک نہیں کہ قافلوں کا وجود مسلمانوں کے لیئے بڑا خطرناک تھا اور وہ گویا ہاتھ میں آگ کے شعلے لیکر قوموں میں مخالفت کی آگ لگاتے تھے اسلیئے اگر آپ نے ان قافلوں کی آمد و رفت کو روکنا چاہا تو ایسا کرنا اپنے بچاؤ کیلیئے بالکل ضروری تھا۔ لیکن اگر عیسائی معترضین کو یہ ضرورت نظر نہیں آئی اور وہ دیکھ نہیں سکے کہ قافلوں کی آمد و رفت مسلمانوں کے لیئے ایک سخت خطرہ کا موجب تھی تو کم از کم انہیں یہ دیکھنا چاہئے تھا کہ بدر سے پہلے قریش نے مدینہ پر چھاپے مارنے شروع کردیئے تھے۔ اور مکہ کا

ایک سردار کرز بن جابر مدینہ کی چراگاہوں پر چھاپہ مار کر مسلمانوں کے بہت سے اونٹ اور مویشی لوٹ کر لے گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقام تک اسکا تعاقب بھی کیا تھا مگر وہ بچکر نکل گیا۔ اور اگر عیسائی محققین کے نزدیک مکہ والوں کے ایسے چھاپے بھی اس امر کے مقتضی نہ تھے کہ آئندہ ایسے حملوں کو روکنے کے لیئے اُنسے انتقام لیا جاوے۔ تو کم از کم معترضین کو چاہیئے تھا کہ وہ ان بے رحمیوں اور ظلموں کو ہی یاد کرتے جو مکہ میں قریش نے مسلمانوں پر کیئے جنکی وجہ سے آخرکار مسلمانوں کو اپنا شہر چھوڑنا پڑا اور مکہ والوں نے ہجرت کے وقت اُنکے مالوں کو بھی لُوٹا۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانوں کی جمعیت کافی ہوگئی تو انہوں نے خود ہی جنگ کو چھیڑا اور قافلوں کو لُوٹنا شروع کر کے قریش کو اور دیگر عرب کے قبایل کو مجبور کیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں اور اس طرح مسلمانوں نے خود لڑائی کو مول لیا۔ مگر یہ الزام سراسر غلط ہے۔ اس الزام کے دُور کرنے کے لیئے قرآن مجید کی ایک ہی آیت کافی ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "فقاتل فی سبیل اللہ ۔ لا تکلف الا نفسك وحرض المؤمنین ۔ عسی اللہ ان یکف بأس الذین کفروا و اللہ اشد بأسا و اشد تنکیلا ۔ (النساء ۱۱) (ترجمہ) پس خدائے تعالیٰ کی راہ میں لڑ۔ نہیں تکلیف دی جاتی تجھے مگر تیری جان کی اور ایمان والوں کو رغبت دلا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور اللہ تعالیٰ بہت سخت ہے لڑائی میں اور بہت سخت ہے بند کرنے میں"۔ اس آیت میں لڑائی کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے لا تکلف الا نفسك یعنی لڑائی کرنا تیرا فرض ہے خواہ مومن جنگ میں تیرا ساتھ دیں یا نہ دیں۔ اگر اور کوئی شخص تیرے ساتھ ملکر جنگ نہ کرے پھر بھی تجھے جنگ کرنا چاہیئے۔ ہاں مومنوں کو ترغیب دو تا وہ بھی ثواب میں شریک ہوں مگر اصل ذمہ دار تو ہی ہے۔ اگر جنگ کے آغاز کی بنا بر مسلمانوں کی تعداد ہوتی تو نبی کریم صلعم کو یہ حکم نہ ہوتا کہ اصل میں یہ حکم تیرے لیئے ہے۔ اور نہ خدائے تعالیٰ لوگوں کا محتاج ہے۔ دشمن کو ہلاک کرنے کے لیئے کسی فوج کی

اسکو ضرورت نہیں - چنانچہ وہ اسی آیت میں فرماتا ہے واللّٰہ اشد بأسًا واشد تنکیلا یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کی امداد کی ضرورت نہیں وہ خود بغیر کسی امداد کے بڑا سخت جنگ کر سکتا ہے اور عبرت انگیز عذاب دیکر مخالفین کو جنگ کرنیسے روک سکتا ہے پس آیت لا تکلف الا نفسک اس بات کی کافی تردید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے بھروسہ پر جنگ کیا - اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی میدان جنگ سے نہیں ہٹے - اور اگر ساتھیوں نے پیٹھ دکھائی تو آپ میدان میں تنہا کھڑے رہے چنانچہ حُنین کے غزوہ میں جب مسلمان ایک مرتبہ ابتلا میں آکر پیچھے ہٹے تو آپ پیچھے میدان میں کھڑے ہوکر پکار رہے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب - یعنی میں نبی ہوں - اس میں کچھ جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں - ایسا ہی غزوہ اُحد سے دوسرے دن جب آپنے ابوسفیان کے لشکر کے تعاقب کرنیکا حکم دیا تو آپنے فرمایا اگر تم میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہ گیا تو میں تنہا جاؤنگا یہ اسی حکم کی تعمیل تھی لا تکلف الا نفسک - اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اُسوقت مسلمانوں کی جمعیت کافی ہوگئی تھی - اور وہ تعداد اور سامان کے لحاظ سے اس درجہ تک پہنچ گئے تھے کہ اپنے بے شمار دشمنوں کا جو کُل عرب میں پھیلے ہوئے تھے مقابلہ کر سکیں - کل عرب تو کجا وہ اپنی طاقت کے لحاظ سے اس قابل بھی نہ تھے کہ صرف قریش کا مقابلہ کر سکیں - جو لڑائی قریش نے مسلمانوں کے ساتھ کی اُن سب میں ہمیشہ قریش کا پلّہ بھاری ہوتا تھا اور بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ قریش غالب آئیں گے - میں اوپر قرآن شریف کی آیات نقل کر آیا ہوں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ جب بدر کی لڑائی کے لیئے مسلمانوں کو مدینہ سے نکلنے کا الٰہی حکم ملا تو بعض اُنہیں خوف کے مارے پسند نہیں کرتے تھے کہ لڑائی کے لیئے نکلیں کیونکہ وہ اپنی جماعت کی کمزوری اور دشمن کی زبردست طاقت کا مشاہدہ کر رہے تھے - قرآن شریف اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے وان فریقًا من المؤمنین لکارھون - (ترجمہ) اور البتہ مومنوں کی ایک جماعت (نکلنا) ناپسند کرتی تھی - یاد رہے کہ یہ لوگ جو دشمن کی زبردست طاقت کے خوف سے نکلنا

پسند نہیں کرتے تھے وہ منافق نہیں تھے بلکہ خدائے تعالیٰ اُنکو مومنوں کی ایک جماعت قرار دیتا ہے۔مسلمانوں کی کمزوری کا خود دشمنوں کو بھی علم تھا۔یہی وجہ تھی کہ قریش کی فوج مکہ سے بڑی نمود کے ساتھ نکلی۔اور گانیوالی عورتیں فوج کے ساتھ طبلے بجاتی ہوئی اور لڑائی کے گیت گاتی ہوئی آتی تھیں۔یہ دھوم دھام اسی لئے تھی کہ قریش کو یقین تھا کہ ہم فتح کے ساتھ واپس آئیں گے مدینہ کے مشرکین ومنافقین اور یہود کو بھی یہی اُمید تھی کہ مسلمانوں کو ضرور شکست ہوگی اور وہ بڑی خوشی سے اس امر کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کی شکست کی خبر سنیں اور جب ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی اونٹنی پر سوار ہوکر فتح کی خبر پہنچانے کے لئے مدینہ کے قریب پہنچا تو دور سے ان لوگوں نے اُسکو دیکھکر یہی خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور یہ شخص اکیلا میدان جنگ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہوکر بھاگ کر آرہا ہے۔اور جب اُس نے یہ خبر دی کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے تو پہلے پہل اُنہوں نے اس خبر پر یقین نہ کیا۔قرآن شریف بدر کے مسلمانوں کی کمزور حالت کی خود شہادت دیتا ہے چنانچہ فرماتا ہے ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ (آل عمران-۱۳) (ترجمہ) اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان پر تمکو مدد دی جبکہ تم قلیل التعداد تھے۔یعنی تم میں کوئی طاقت نہ تھی اور دشمن کے مقابل میں تمہاری حالت سخت کمزور تھی مگر خدائے تعالیٰ نے اپنی تائید خاص سے تمھیں فتح عطا کی۔قرآن شریف ایک اور مقام پر لڑائی کے ابتدار کے وقت مسلمانوں کی کمزور حالت کا نقشہ کھینچتا ہے واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون۔ (انفال-۳) (ترجمہ) اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑے سے تھے اور زمین میں تم ناتوان کئے جاتے تھے تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اوچک نہ لیجاویں پس اللہ تعالیٰ نے تمکو جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت دی اور تمکو پاکیزہ روزی دی تاکہ تم شکر کرو۔یہ تھی حالت مسلمانوں کی جب بدر کی لڑائی ہوئی۔اور اس سے زیادہ کوئی بات بیہودہ نہیں ہوسکتی کہ جب مسلمانوں میں طاقت پیدا ہوگئی تو اُنہوں نے خود بخود جنگ کو مول لیا۔بلکہ اپنے

مال وجان وحرمت کی حفاظت کے لیئے انکو مجبوراً تلوار اٹھانی پڑی امن سے بڑھکر انہیں کوئی چیز پیاری نہیں تھی۔ امن کی صورت میں وہ آرام سے زندگی بسر کرتے اور خود اسلام کے پھیلنے کے لیئے امن سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ مفید نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امن کے ایسے طلبگار تھے کہ جب ہجرت کے بعد چھٹے سال میں جب مسلمانوں کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی اور قریش کی قوت اور اقتدار گھٹ گیا تھا اور بڑے بڑے لیڈروں کے مارے جانے سے انکی حشمت جاتی رہی تھی ایسے وقت میں جب قریش نے حدیبیہ کے مقام پر مصالحت کے لیئے تحریک کی تو آپنے انکی ساری شرائط کو منظور کرکے انسے صلح کرلی اور اگرچہ وہ شرائط جنپر صلح کی گئی مسلمانوں کو بظاہر ایسی ہتک آمیز معلوم ہوتی تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جان نثار مسلمان بھی ابتلا میں پڑ گئے مگر آپنے اس امر کی کچھ پروا نہ کرکے مصالحت کرلی۔ مسلمان اپنی جانیں قربان کرنیکے لیئے بالکل تیار تھے اور صلح کی شرائط کی وجہ سے مارے غم کے مر رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح ایسی پیاری تھی اور اُس میں اپنی اسقدر کامیابی دیکھتے تھے کہ انہوں نے کسی کی کچھ پروا نہ کی اور ہر ایک شرط کو جو قریش نے پیش کی منظور کرلیا تا کسی طرح صلح ہو جاوے۔ اس امر کو میور بھی تسلیم کرتا ہے کہ جیسے اسلام کی اشاعت کے لیئے امن مفید تھا ایسی کوئی چیز مفید نہ تھی۔ کیونکہ وہ صلح حدیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "در حقیقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (صلح کرکے) ایک بڑی کامیابی حاصل کی۔ دس سال کی صلح کا یہ بڑا فائدہ تھا کہ اسلام کو پھیلنے کا بڑا عمدہ موقعہ مل گیا اور واقعی اسلام (صلح کے ایام میں) بڑی جلدی پھیل گیا۔ اسلام کو موقعہ مل گیا کہ وہ اپنی تعلیم کو قریش کے دلوں میں داخل کردے اور انکو اسلام کی صداقت کا یقین حاصل ہو" پس اگر ہجرت سے چھٹے سال بعد صلح اسلام کی اشاعت کے لیئے مفید اور بابرکت تھی تو ابتدا میں جب مسلمانوں کی حالت نہایت ضعیف تھی اور انکو خوف تھا کہ کہیں ہمارے دشمن ہمیں اچک کر نہ لیجاویں صلح کیوں مفید اور بابرکت نہ ہوتی۔ اور اگر انکو امن سے زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جاتی تو کیوں وہ خوشی سے اُس کو قبول نہ کرتے۔

قرآن شریف کی ایک اور آیت سے بھی یہ امر کھل جاتا ہے کہ جب لڑائی شروع ہوئی تو اُسوقت مسلمانوں کی حالت کیسی کمزور تھی۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم (بقرہ-۲۶) (ترجمہ) یعنی تمپر جنگ فرض کی گئی ہے۔ اور وہ تمھیں ناپسند ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے خود بخود لڑائی کو نہیں چھیڑا بلکہ مجبورًا اپنی مرضی کے برخلاف کفار کے ظلموں سے تنگ آکر اُنکو لڑائی کرنی پڑی۔ مَیں اشاعت اسلام کے مضمون کے پہلے نمبر میں قرآن شریف سے یہ دکھا چکا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو لڑائی کا اُسوقت اذن دیا جب کہ کفار سے ابتداء ہو چکی تھی۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وھم بدأوکم اوّل مرۃ۔ یعنی تم کفار سے کیوں نہیں لڑتے؟ جبکہ ابتداء اُن کی طرف سے ہو چکی ہے۔ ایسا ہی مَیں مضمون مذکورہ بالا میں قرآنی آیات کے حوالہ سے یہ بھی دکھا چکا ہوں کہ مسلمانوں کو صرف ایسے لوگوں سے لڑنے کا حکم تھا جو اُنسے لڑیں۔ دوسروں سے لڑنیکا حکم نہ تھا بلکہ اُنسے نیک سلوک کرنیکا حکم تھا۔ اور لڑنے والوں سے بھی اُسی حد تک لڑنیکا حکم تھا جب تک وہ لڑائی جاری رکھیں اور اگر وہ لڑائی سے باز آجائیں تو مسلمانوں کو بھی حکم تھا کہ وہ بھی لڑائی چھوڑ دیں اور کفار کو اُنکی گذشتہ تعدیاں معاف کر دیں۔ ان سب امور سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان صرف اپنے بچاؤ کے لیئے لڑتے تھے اور کبھی اُنکی طرف سے ابتدا نہیں ہوئی۔

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع جنگ بدر کے وقت تعداد میں قلیل تھے مگر وہ سب وفادار آدمی تھے۔ مہاجرین تو اپنی وفاداری اور ثابت قدمی کا ثبوت پہلے ہی دے چکے تھے۔ انہوں نے طرح طرح کے عذاب برداشت کیئے اور آخر گھروں اور عزیزوں سے بھی جدا ہونا پڑا مگر اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اگر مہاجرین جان نثار تھے تو انصار کی جان نثاری بھی کوئی کم حیرت انگیز نہ تھی۔ بدر پر قریش کا مقابلہ کرنیسے پہلے آپ نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ مہاجرین کی طرف سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہم بولے۔ اور سب نے عرض کیا کہ آپ جہاں جائیں ہم آپکے ساتھ جانیں قربان کرنیکے لیئے تیار ہیں۔ حضرت مقدادؓ نے کہا یا رسول اللہ

جہاں خدائے تعالیٰ آپ کو لیجاتا ہے آپ جائیں ہم آپکے ساتھ ہیں اور کہا واللہ لا نقول لک کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون ولکن اذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون۔ یعنی ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیتے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے اپنے نبی کو دیا تھا کہ تو اور تیرا رب جاکر لڑائی کریں ہم یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور جنگ کریں۔ ہم تم دونوں کے ساتھ ملکر جنگ کریں گے۔ انصار کی طرف سے حضرت سعد بن معاذ بولے اور فرمایا کہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کو ہم صادق یقین کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ ہے اور ہم انصار نے آپکے ہاتھ پر عہد کیا ہے اور پختہ وعدہ کیا ہے اے اللہ کے رسول جہاں آپ جانا چاہتے ہیں آپ جائیں ہم سے ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔ اور کہا لعل اللہ یریك منا ما تقربه عینك فسر بنا علی برکة اللہ۔ یعنی امید ہے کہ جنگ میں آپ ہم سے ایسی بات دیکھیں گے جس سے آپکی آنکھ ٹھنڈی ہوگی پس اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ آپ ہم کو لے چلیں۔ اپنی جماعت سے یہ جوابات سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا۔ سیروا وابشروا فان اللہ تعالیٰ قد وعدنی احدی الطائفتین واللہ لکأنی الاٰن انظر الی مصارع القوم۔ چلو۔ اور تمھیں بشارت ہو کہ خدائے تعالیٰ میرے ساتھ وعدہ کر چکا ہے کہ دو گروہوں میں سے ایک پر تجھے فتح دونگا۔ اور خدائے تعالیٰ کی قسم گویا میں اسوقت وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں جہاں قریش کی قوم کے لوگ مارے جائیں گے۔

حضرت سعدؓ کا بیان خصوصاً قابل توجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپکے ہاتھ پر عہد کر چکے ہیں اور پختہ وعدہ دے چکے ہیں اسلیئے ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں رہیگا۔ وہ اس بیان میں ایک عہد کا ذکر کرتے ہیں مگر وہ عہد کیا تھا۔ وہ عہد وہ تھا جو انصار کی ایک جماعت نے کل مسلمانانِ مدینہ کی طرف سے منیٰ میں مقام عقبہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کیا تھا کہ دشمن کے حملوں سے ہم آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم

پلنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اسلیئے سعد بن معاذ کا اس موقعہ پر یہ بیان کرنا کہ ہم اپنے عہد کی وجہ سے پابند ہیں کہ آپکے ساتھ جائیں صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ دفاعی تھا اور دشمن کے حملے کو روکنے کے لیئے تھا مسلمانوں کی طرف سے بیجا حملہ نہ تھا کیونکہ جس عہد کا سعد ذکر کرتا ہے وہ یہ نہیں تھا کہ ہم تیرے ساتھ ملکر قریش پر حملے کیا کریں گے بلکہ یہ تھا کہ ہم اُنکے حملوں سے تجھے بچائیں گے پس معلوم ہوا کہ اب بھی مسلمان مدافعت کیلیئے جارہے تھے نہ پیشدستی کے لیئے ورنہ سعد اپنے اُس عہد کا ذکر نہ کرتا جو انصار نے مقام عقبہ پر کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھروسہ محض خدائے تعالیٰ پر تھا۔ آپکے لیئے ایک بیت الدعا تیار کیا گیا تا آپ اُس میں اپنے خدا کے آگے دعا کریں جب لشکر سامنے آیا تو آپنے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اللّٰھم ھٰذا قریش جاءت بخیلھا و فخرھا جاءت تحاربك وتکذب رسولك۔ اللّٰھم انجزلی ما وعدتنی اللّٰھم انشدك عھدك ووعدك یعنی اے اللہ یہ قریش ہیں جو اپنے لشکر کے ساتھ بڑے فخر اور نمود سے آئے ہیں یہ تیرے ساتھ جنگ کرنیکے لیئے آئے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرنیکے لیئے۔ اے اللہ جو تُو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے اُسکو پورا کر۔ اے اللہ میں تجھے تیرا وعدہ اور تیرا عہد یاد دلاتا ہوں۔ اور نیز آپ بڑے الحاح سے دعا کرتے تھے اللّٰھم ان تھلك ھٰذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض۔ یعنی اگر تُو نے اس میدان میں اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر زمین میں تیری عبادت کرنیوالا کوئی نہ ہوگا۔ ان دعاؤں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ قریش کی طرف سے زیادتی اور پیشدستی تھی اور مسلمان مظلوم تھے۔ آپنے دعا میں فرمایا کہ قریش تیرے ساتھ جنگ کرنے کے لیئے بڑے فخر سے اپنے گھمنڈ میں آرہے ہیں پس تُو اس چھوٹی سی جماعت کو بچالے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش صرف اسلام کی دشمنی کے لیئے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیئے آرہے تھے۔ آپ کی عادت نہ تھی کہ آپ کسی کے لیئے بددعا کرتے۔ طائف کے بُت پرستوں نے آپ کو اسقدر تکلیف پُہنچائی کہ سنکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور فرشتے نے راستہ میں آکر عرض کی کہ آپ طائف والوں کے لیے بددعا کریں

گا آپنے نہ کی اور فرمایا لعل اللہ یخرج من اصلابھم من یعبدہ ولا یشرک به شیئاً یعنی امید ہے کہ انکی پشت سے اللہ تعالیٰ ایسی نسل پیدا کریگا جو خدا کی عبادت کرینگے اور شرک نہیں کرینگے مگر قریش سے آپ اب اسقدر تنگ آگئے کہ بدر کو آتے ہوئے راستہ میں آپنے بعض قریش کے سرغنوں کے لیئے بد دعا کی کہ اے اللہ انکو زندہ نہ جانے دیجو ابو جہل کی نسبت آپنے فرمایا کہ یہ اس اُمت میں فرعون کا قائم مقام ہے اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ ابو جہل اور اس جیسے دوسرے لیڈروں کو اسلام سے کیسی عداوت تھی انکی عداوت اسلام کے ساتھ ایسی مشہور تھی کہ جب ابو جہل وغیرہ کے مارے جانے کی خبر مدینہ میں پہنچی تو بچے بھی مدینہ کے کوچوں میں مارے خوشی کے اپنے کپڑوں میں پھولے نہیں سماتے تھے اور کہتے تھے کہ اب اسلام کا دشمن ابو جہل مارا گیا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی خوشخبری اپنے ساتھیوں کو سنادی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں اسوقت وہ مقامات دیکھ رہا ہوں جہاں جہاں قریش کے سردار اور دوسرے آدمی مارے جائیں گے بلکہ آپنے بڑے بڑے لیڈروں کے قتل ہونیکے مقامات کا نشان بھی ایک ایک کر کے دیدیا تھا اور آخر میں ہر ایک شخص اُسی جگہ قتل ہوا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان دیا تھا۔ لڑائی میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی لڑائی شروع ہونیسے پہلے جب آپنے اُن بڑے بڑے آدمیوں کے نام سنے جو فوج کے ہمراہ تھے تو آپنے اپنے صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذہٖ مکة قد القت الیکم افلاذ کبدھا۔ یعنی مکہ نے تمھاری طرف اپنے جگر کے ٹکڑے پھینک دیئے ہیں۔ ان الفاظ کا مطلب یہ تھا۔ کہ خدا نے مکہ کے بڑے بڑے لیڈر اور سردار اور چیدہ چیدہ آدمی اس لیئے تمھاری طرف بھیجے ہیں تا تمھارے ہاتھ سے آج قتل ہوں اور ویقطع دابر الکافرین کا خدائی وعدہ پورا ہو۔ آپکے دل میں اُسوقت وہ مکی پیشگوئیاں تھیں جنہیں شدید درجے کے مخالفین کی ہلاکت کا وعدہ تھا اور جب آپنے کفر کے ارکین کے نام سُنے جو اُسوقت لشکر کے ساتھ آرہے تھے تو آپ کو یقین ہوا کہ اب وعدہ کا وقت آگیا اور اسی وعدہ کو

پورا کرنے کے لیے خدائے تعالیٰ انہی اسلام کے دشمنوں کو گھروں سے نکالکر میدان میں بھیجا ہے۔ اور جیسا آپ نے قبل از وقت فرمایا تھا ایسا ہی ہوا۔ ستر بڑے بڑے کافر قریش میں سے میدان میں مارے گئے اور قریباً اتنے ہی آدمی قید ہوئے۔ مقتولین میں ابو جہل بھی تھا جو کہ بدترین دشمن اسلام تھا گویا اُس زمانہ کا فرعون تھا اور جس کو اپنی عظمت کا اسقدر گھمنڈ تھا کہ اُسنے مرتے ہوئے کہا۔ ھل فوق رجل قتلتموہ کیا تم نے مجھ سے بڑھ کر کسی آدمی کو قتل کیا ہے؟ ایسا ہی عتبہ۔ ولید۔ شیبہ۔ اُمیہ بڑے بڑے سر برآوردہ قریش لڑائی میں مارے گئے۔ خدا کی تقدیر نے چن چن کر قریش کو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کرایا اور نہایت حیرت انگیز بات ہے کہ اکثر لیڈر قریش کے جو قوم کی روح و رواں تھے پکڑے گئے بعض مارے گئے اور بعض گرفتار کیے گئے جس جانفشانی سے مسلمان لڑے اُسکے دکھلانے کیلیئے معاذ کا نمونہ کافی ہے۔ جب لڑائی زور میں تھی تو معاذ کا بازو کاٹا گیا صرف تھوڑا سا چمڑا رہ گیا اب بازو اُسکے کندھے کے ساتھ لٹک رہا تھا اُس نے دیکھا کہ یہ لٹکتا ہوا بازو میرے لڑنے میں حارج ہے اُس نے اپنے پاؤں کو اُس بازو پر رکھ کر بازو کو کندھے سے الگ کرکے پھینک دیا اور اُسی طرح لڑتا گیا گویا کچھ بھی نہیں ہوا۔

ابولہب اس لڑائی میں شامل نہیں ہوا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کی ہمشیرہ عاتکہ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ قریش پر ایک سخت تباہی آنیوالی ہے اسلیئے اُس تباہی سے بچنے کے لیئے اپنی جگہ ایک اور آدمی بھیجدیا اور آپ لشکر کے ساتھ نہ آیا۔ مگر تقدیر جو کہ اسوقت مکّہ کے سرداروں کو چن چن کر مار رہی ہے اُس نے مکّہ میں بھی اُسے تلاش کر لیا اور جب قریش کی بھاگی ہوئی فوج جو اپنے سرداروں کو کھیت میں ہی چھوڑ آئی تھی مکہ میں پہنچی تو اس سے پندرہ روز بعد ابولہب طاعون کے سخت پھوڑوں سے ہلاک ہوا اور اُس کے پھوڑوں کی وجہ سے اُس سے اسقدر بو آتی تھی کہ کوئی شخص اُس کے نزدیک نہیں جاتا تھا۔ دو تین دن اُس کا مردہ بغیر تدفین کے پڑا رہا آخر اُسکو کھینچ کر مکہ کے ایک پرانے کوئیں میں پھینکدیا گیا اور پتھروں سے اُس کوئیں کو

بند کر دیا گیا۔

فتح بدر ایسا ہی عظیم الشان معجزہ تھا جیسا کہ فرعون اور اسکے لشکر کی تباہی صرف یہی نہیں کہ متکبروں کی ایک فوج جو کہ تعداد میں مسلمانوں سے سہ چند تھی اور ساز و سامان میں مسلمانوں سے بڑھی ہوئی تھی ایک ایسی چھوٹی سی جماعت سے ہزیمت اُٹھا کر بھاگی جنکو وہ ایک حقیر جماعت سمجھتے تھے اور جنکو انہوں نے طرح طرح کی اذیتیں دیکر اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر ایک دوسرے شہر میں جاکر پناہ لیں بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قریش کے بڑے بڑے سردار جو لشکر کے ہمراہ آئے تھے اکثر یا تو مقتول ہوئے یا گرفتار ہوئے اور جو خوشخبری آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے جنگ کے شروع ہونے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو سنائی تھی وہ نہایت ہی روشن طور پر پوری ہوئی بلکہ جہاں جہاں آپنے نشان دیئے تھے کہ فلاں شخص اس جگہ مارا جائیگا اور فلاں شخص اسجگہ مارا جائیگا ہر ایک اُن میں سے اُسی جگہ پر مرا ہوا پایا گیا نیز بدر کے دن وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو یسعیا نبی نے خدا سے الہام پاکر بیان کی تھی اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے اور بدر کی لڑائی کا بالصراحت ذکر ہے۔ وہ پیشگوئی حسب ذیل ہے "عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو! پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھکو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کی جو باقی رہی۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا" عیسائی صاحبان اس پیشگوئی پر غور کریں۔ کسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور پھر قیدار کی حشمت جاتے رہنے کی پیشگوئی بدر میں پوری ہوئی (قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا دوسرا بیٹا تھا اور قیدار سے یہاں مراد قریش

ہیں کیونکہ قریش حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں) اور کس طرح قریش کے بڑے بڑے بہادروں کے مارے جانے سے یہ الفاظ پورے ہوئے کہ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ اس پیشگوئی میں عیسائیوں کے اس اعتراض کا بھی جواب ہے کہ زیادتی مسلمانوں کی طرف سے ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے متعلق خدا کا کلام جو یسعیاہ نبی پر نازل ہوا کہتا ہے "روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔"

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف رکھتے تھے اُسوقت خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ انا ارسلنا الیکم رسولًا شاھدًا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولًا۔ فعصیٰ فرعون الرسول فاخذناہ اخذًا وبیلًا فکیف تتقون ان کفرتم یومًا یجعل الولدان شیبًا (مزمل) تحقیق ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے تم پر گواہی دینے والا۔ پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی پس پکڑا ہم نے اُسکو بھاری پکڑنا پس اگر تم بھی (فرعون کی طرح) کفر کروگے تو کس طرح بچوگے اُس دن جو لڑکوں کو بوڑھا کردیگا۔ یعنی سخت عذاب کا دن ہوگا۔

اس آیت میں قریش کو صریح الفاظ میں سنایا گیا تھا کہ جیسا فرعون اور اُسکا لشکر ہلاک ہوا تھا اُسی رنگ کی سزا انھیں بھی ملے گی۔ پس ایسا ہی ہوا۔ جسطرح فرعون اپنا لشکر لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکلا تھا ایسا ہی ابوجہل جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرعون ہٰذہ الامہ کا خطاب دیا تھا مسلمانوں کی ہجرت کے بعد اُنکے تعاقب میں ایک لشکر جرار لیکر نکلا اور جس طرح فرعون اپنے ساتھیوں سمیت سمندر میں ہلاک ہوا اسطرح ملک عرب کا فرعون اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ ریگستان میں ہلاک ہوا۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے بڑھکر تھا۔ فرعون کے ساتھی سب چھوٹے بڑے ہلاک ہوئے اور اُنمیں سے کسی کو بھی ہدایت نصیب نہ ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ایک ایسا حصہ جسمیں شدید

قسم کے عدو جتنے ہلاک ہوا اور جو ہلاکت سے بچ رہے اُن سب نے بلا اکراہ انشراح صدر سے آخرکار اسلام قبول کیا۔ اور پھر اسلام کی طرف سے جہاد بھی کیا۔ یہ ایک ایسی فتح تھی جسکی نظیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا کسی نبی کے سوانح میں نہیں مل سکتی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن تو سمندر میں ہلاک ہوئے مگر آپکے دشمن خشکی میں غرق ہوئے۔

قرآن شریف کی بہت سی آیات میں سے ایک اور مکی آیت جس میں فتح بدر کی پیشگوئی کی گئی تھی یہ ہے۔ وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا و اذاً لایلبثون خلفک الا قلیلا۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا۔ (بنی اسرائیل) اور تحقیق نزدیک تھے کہ بچلا دیں تجھکو اس زمین سے تاکہ تجھے اُس میں سے نکالدیں اور اسوقت (نکالنے کے بعد) نہ رہیں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑا عرصہ۔ یہی معاملہ خدا نے تعالیٰ کا اُن رسولوں کے ساتھ رہا ہے جو تجھ سے پہلے آئے اور تو ہماری عادت میں کوئی تغیر نہ پائیگا (یعنی تیرے نکالنے والے بھی تیرے بعد تھوڑا عرصہ ہی ٹھہرینگے کیونکہ یہی سنت اللہ ہمیشہ سے چلی آتی ہے) پس اس پیشگوئی کے مطابق ہجرت کے بعد جلدی ہی قریش مکہ سے نکل آئے اور جنکے لیئے ہلاکت مقدر تھی بدر کے مقام پر ہلاک ہوگئے۔ ایک دوسری مکی آیت جس میں بدر کے متعلق پیشگوئی ہے یہ ہے ویقولون متیٰ ھٰذا الوعد ان کنتم صٰدقین۔ قل لکم میعاد یوم لا تستأخرون عنہ ساعۃ ولا تستقدمون (سبا۔ ۳) یعنی (کافر) کہتے ہیں کب یہ (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ کہہ تمھارے لیئے وعدہ ہے ایک دن کا۔ نہ پیچھے رہوگے اُس سے ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھوگے۔ وہ مکہ کے لیئے ایک سخت مصیبت کا دن تھا جب قتل کفار کی خبر شہر میں پہنچی مکہ والوں کو ہلاکت کی خبر سنکر اسقدر صدمہ پہنچا کہ اُنکی زبانیں بند ہوگئیں اور ایک مہینہ تک اُن کا غم اُنکے سینوں کے اندر ہی بند رہا۔ ابو سفیان نے کہا اپنے مُردوں کے لیئے ماتم مت کرو اور اُنکی موت پر واویلا نہ کرو۔ اور کوئی شاعر اُنکی ہلاکت کا مرثیہ نہ پڑھے کیونکہ اس طرح تمھارا غصہ ٹھنڈا ہو جائیگا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُس کے ساتھیوں کے ساتھ تمھاری عداوت گھٹ جائیگی۔ مَیں خود تو یہ قسم کھاتا ہوں کہ مَیں اپنی

بیوی کے قریب نہیں جاؤنگا اور نہ بالوں کو تیل لگاؤں گا۔ جبتک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جاکر پھر جنگ نہ کروں۔ قریش میں ایک بڈھا نابینا اسود نامی تھا اور اسکے دو بیٹے اور ایک پوتا لڑائی میں مارے گئے تھے۔ ایک رات اُسنے ایک عورت کے رونے کی آواز سُنی۔ اُسنے اپنے نوکر کو کہا جا دیکھ شاید قریش نے اپنے مُردوں پر رونا شروع کر دیا ہے۔ تاکہ مَیں بھی اپنے بیٹوں کے لیئے رولوں۔ غم نے میرے اندرونہ کو جلا دیا ہے۔ نوکر جواب لایا کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہوگیا ہے وہ اُسکے لیئے روتی ہے۔ اُسوقت قریشی بڈھے نے آہ بھر کر اپنے دردِ دل کا اظہار چند شعروں میں کیا جنکا مطلب یہ ہے۔ کیا وہ عورت اپنے اونٹ کیلیئے روتی ہے اور اُسکے لیئے نیند کو اپنی آنکھوں سے دُور کرتی ہے۔ اگر تم نے رونا ہی تو آؤ ہم بدر پر روئیں عقیل کیلیئے روئیں۔ حارث کے لیئے روئیں جو شیروں کا شیر تھا الخ

ایک مہینہ تک بدر پر کوئی شخص نہ رویا۔ ایک مہینہ کے بعد قریش اپنے غم کو روک نہ سکے اور جب انہوں نے رونا شروع کیا تو سارا شہر ماتم کے آہ و نالہ کے ساتھ گونج اُٹھا۔ تمام شہر میں شاذ و نادر کوئی ایسا گھر تھا جو ماتم سے خالی ہو۔ قریبًا ہر ایک گھر کسی مقتول یا اسیر پر رو رہا تھا کیونکہ جیسا کہ عاتکہ نے خواب میں دیکھا تھا یہ ایک ایسا پتھر تھا جس سے کوئی گھر نہ بچا اور شاذ و نادر کوئی ایسا خاندان ہوگا جسمیں اُس پتھر کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ سب گھروں میں ماتم تھا مگر ایک گھر خاموش تھا۔ وہ ہندہ کا گھر تھا۔ جب اُس سے لوگوں نے دریافت کیا کہ تو اپنے باپ عتبہ۔ اپنے چچے اور اپنے بھائی کیلیئے کیوں نہیں روتی تو اُسنے جواب دیا کہ مَیں نہیں روؤں گی جبتک کہ تم پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُسکے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرنے کیلیئے نہ نکلو۔ اگر آنسو میرے سینے سے غم کو دھو سکتے تو مَیں بھی روتی مگر ہندہ کے غم اور درد کو کوئی رونا دُور نہیں کرسکتا۔ اُسنے بھی یہ قسم کھائی تھی کہ جبتک مکّہ والے پھر مسلمانوں پر چڑھائی نہیں کرینگے مَیں نہ تیل لگاؤنگی اور نہ خاوند کے نزدیک جاؤنگی۔

بدر کی لڑائی مکّہ والوں کے لیئے کیسا عذاب تھا یہ امر اُس صدمہ اور غم اور درد سے ظاہر ہوسکتا ہے جو مکّہ والوں کو پہنچا۔ جب قریش کے سرداروں کی لاشوں کو کھینچکر مسلمان ایک کوئیں میں پھینک رہے تھے تو اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اندرونی درد کا نہایت ہی رقت آمیز الفاظ میں اظہار کیا۔ آپنے اُن لاشوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ بئس عشیرۃ النبي کنتم لنبیکم کذبتموني

وصدقنی الناس واخرجتمونی وآوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی الناس

یعنی تم اپنے نبی کے لیئے بُرے رشتہ دار تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا۔ دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے اپنے شہر سے نکال دیا اور لوگوں نے مجھے جگہ دی۔ اور تم نے مجھ سے جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔ یہ آپکے اُس دردِ دل کا اظہار تھا جو آپکو ان قریبیوں کی ہلاکت کو دیکھ کر پہنچا۔ ان الفاظ میں جو کسی بناوٹ پر مبنی نہیں تھے اس امر کی بھی صریح شہادت ہے کہ جنگ کی ابتدا قریش کی طرف سے تھی اور مسلمان مظلوم تھے۔ اور جب ان سرداروں کی لاشیں کوئیں میں پڑی ہوئی تھیں تو آپنے اُن وعدوں کو یاد کر کے جو خدائے تعالیٰ نے مکہ میں کیئے تھے اُن لاشوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ هل وجدتم ما وعد ربکم حقاً فانی وجدت ما وعدنی ربی حقاً۔ جو کچھ تمھارے ربنے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اُس وعدے کو سچا پایا؟ مینے تو اپنے ربکے وعدہ نصرت کو سچا پایا ہے۔

عجیب بات ہے کہ جسطرح دوسرے آئمۃ الکفر کی لاشیں کوئیں میں ڈالی گئیں ابولہب کی لاش بھی مکہ میں بوجہ بدبودار ہونیکے کوئیں ہی میں پھینک دیگئی۔ ابولہب نے پیچھے رہ کر ہلاکت سے بچنا چاہا تھا مگر حیرت اور عبرت کی جگہ ہے کہ وہ نہ صرف ہلاکت سے نہ بچ سکا بلکہ جیسی قبر اُسکے دوستوں کو ملی ایسی ہی قبر اُسکے حصہ میں بھی آئی خدائے تعالیٰ کے فرشتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں کو خوب چن چن کر عذاب سے حصہ دیا۔ ستر قیدیوں میں سے صرف دو کو جو سب سے زیادہ سخت اور قتل کے مستحق تھے مار ڈالا گیا باقیوں کے ساتھ جیسا سلوک کیا گیا اُسکے متعلق میور کی شہادت کو پڑھو میور ایک قیدی کے بیان کو اسطرح نقل کرتا ہے۔ "رحمتیں ہوں مدینہ والوں پر۔ وہ آپ پیادہ چلے اور ہمیں سوار کیا۔ ہمیں گیہوں کی روٹی دی جب گیہوں کی سخت قلت تھی اور آپ کھجوروں پر گذارہ کرتے تھے" اگر مسلمان قریش کے ہاتھ میں قید ہوتے تو قریش اُنکے ساتھ کیسا سلوک کرتے؟ یہ خبیب اور اُسکے ساتھی زید کے قصے سے واضح ہو سکتا ہے جنکو سخت بیرحمی سے قتل کیا گیا۔ بعض اوقات قریش کے خیرخواہوں نے مسلمانوں کی جماعتیں کی جماعتیں قتل کردیں۔ مگر عیسائی ایسے ظالم ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے قریبی قریش کے خون کا پیاسا بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی کہ اسیروں سے نہایت ہی عمدہ سلوک کیا جاوے۔ بہت سے اسیر فدیہ لینے کے بعد رہا کیئے گئے۔ اور جنکے پاس کچھ بھی نہ تھا اُن کو بغیر معاوضہ کے رہا کر دیا گیا۔ مگر چونکہ ان اسیرانِ قریش کو بہت ...

اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ کی ماہوار رپورٹ

مدرسہ۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ موسمی تعطیلات کے بعد یکم ستمبر سے کھل گئے ہیں۔ جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی کی کوشش اور محنت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا نیک نتیجہ دکھلا رہی ہے۔ اور بہت سے نئے طلبا اسوقت بھی داخل ہو رہے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف ہر قسم کے انتظامی اور تعلیمی نقصوں کے دُور کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ انکی مخلصانہ کوششیں جو لڑکوں کی دینی و دنیوی تعلیم۔ انکی تربیت۔ انکے اخلاق۔ انکی جسمانی صحت کے لیئے وہ کر رہے ہیں امید ہے کہ بہت جلد اس مدرسہ میں ایک امتیازی رنگ پیدا کر دیں گی۔ اور وہ وقت دُور نہیں کہ اس مدرسہ کی رونق اور اسکے نیک نتائج قوم کے اندر خود بخود یہ تحریک پیدا کریں کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول ہی نہیں بلکہ تعلیم الاسلام کالج کی سخت ضرورت ہے۔ مگر مدرسہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہمارے احباب کو اپنی کوششوں میں بھی جو اس مدرسہ کو کامیاب اور بارونق بنا سکتی ہیں ترقی کرنی چاہیئے۔ بچوں کی اصلاح کا عمدہ وقت کم سنی کا زمانہ ہوتا ہے جب انکے دل بالکل صاف ہونیکی وجہ سے ہر ایک قسم کے اثر کو قبول کرنیکے لیئے تیار ہوتے ہیں ایسے وقت میں اگر سعید فطرت بچوں کو نیک صحبت میسر آجائے اور انکی تربیت عمدہ ہو اور اخلاق اور نیکی کی محبت انکے دل میں جگہ پکڑ جائے تو پھر خدا کے فضل سے زمانہ کے فسادوں کا کوئی اثر ان پر نہیں ہو سکتا۔ پس ہمارے احباب اگر اپنے بچوں کی زندگی میں اسجگہ کی تعلیم کے نیک نتائج کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ چھوٹی عمر میں بچوں کو یہاں بھیجیں۔ یہ بالکل غلط خیال ہے کہ چھوٹی عمر کے بچوں کا ماں باپ سے علیحدہ ہو کر دل نہیں لگتا۔ بلکہ جسقدر دیر سے انہیں علیحدہ کیا جائیگا اسیقدر مشکلات انکے علیحدہ کرنے میں ہونگی۔ اور ہمارے بورڈنگ ہوس میں تو اسوقت بھی بہت سے چھوٹی عمر کے بچے موجود ہیں جو عملی طور پر اس غلط خیال کی تردید کر رہے ہیں۔ انسان کے بچے کو جہاں رکھا جائیگا۔ وہیں اسکے لیئے دلچسپی اور دل لگی کے سامان موجود ہو جاتے ہیں۔

بورڈنگ ہوس۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر انجمن نے ضرورت سمجھی ہے کہ بورڈنگ ہوس کا

ایسا انتظام کیا جائے جو گو کسیقدر خرچ کی زیادتی کا باعث ہو مگر اس سے لڑکوں کی خارج از وقت مدرسہ تعلیم۔ اور انکے چال چلن کی پوری نگرانی ہو سکے۔ معمولی بورڈنگ ہوسوں میں کسی ایک یا دو مدرسین کو کچھ الاؤنس دیکر بورڈنگ ہوس کی نگرانی کا کام لے لیا جاتا ہے۔ لیکن ایسے ادھورے انتظام سے ہماری اغراض پوری نہیں ہو سکتیں۔ پس ایک پورے وقت کے سپرنٹنڈنٹ اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے علاوہ جنکے ذمہ بورڈران کے ہر ایک قسم کے اخراجات کی نگرانی علاوہ تمام انتظامی نگرانی کے، ہے تین پر اکٹر خصوصیت سے تعلیمی نگرانی کے لیئے مقرر کیئے گئے ہیں۔ جو بورڈنگ ہوس میں مدرسہ کے وقت سے علاوہ انکے ہر ایک مضمون کی پڑھائی کرائیں گے تاکہ جو سبق وہ روزانہ مدرسہ میں پڑھتے ہیں انہیں گھر میں تیار کریں یا دوہرائیں یا جو کام اُستاد گھر میں کرنیکے لیئے دیتے ہیں انہیں پورا کرکے لیجائیں۔ امید ہے کہ یہ انتظام جو بالفعل انجمن نے چھ ماہ کے لیئے امتحاناً جاری کیا ہے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اور اس صورت میں یہ مستقل کر دیا جائیگا۔

مدرسہ احمدیہ میں بورڈنگ ہوس کا انتظام اور لڑکوں کی نگرانی تربیت وغیرہ کا انتظام مدرسہ انگریزی کی طرح ہی ہے۔ مگر تعداد طلبا بہت تھوڑی ہے اور قوم میں دینی تعلیم پھیلانیوالوں کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔

عید فنڈ۔ اگلے رسالہ کے نکلنے سے پہلے عید الفطر ہو چکی ہوگی۔ اس موقعہ کے لیئے دو امور کی یاد دہانی ضروری ہے۔ اول یہ کہ ماہ رمضان صدقات کا مہینہ ہے۔ مساکین و یتامیٰ کی ایک معقول تعداد کی پرورش تعلیم اور تربیت انجمن کے ذمے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کو اس بات سے بہت صدمہ ہوتا ہے کہ کسی مستحق امداد کی درخواست آئے اور وہ رد کیجائے مگر روپیہ کی کمی اس امر کے لیئے مجبور کر دیتی ہے۔ لہٰذا ذی استطاعت احباب اس ماہ مبارک میں ان مساکین و یتامیٰ کا خصوصیت سے خیال رکھیں۔ دوسرے عید فنڈ کا مقررہ روپیہ ہر ایک دوست سے وصول کرنیکا انتظام جملہ انجمنیں پہلے سے کریں۔ اس فنڈ کے روپے میں ابتک ترقی نہ ہونیکی وجہ سوائے اسکے کچھ نہیں کہ سب احباب اور انجمنیں اسکی طرف پوری توجہ نہیں کرتے۔

اشاعت اسلام - جلسہ مہوتسو والے لیکچر کے انگریزی ترجمہ اور دو تین اور رسالوں کے لیئے گذشتہ ماہ میں تحریک کی گئی تھی - جملہ انجمنوں کے کارکنوں کی خدمت میں یاددہانی کے لیئے پھر اسکا ذکر کیا جاتا ہے کہ تین ہزار روپے کی فراہمی کے لیئے بہت جلد کوشش کیجاوے - ریویو کی ایڈیٹری کے متعلق یہ خیال صحیح نہیں کہ جو کام پہلے صرف ایڈیٹر کرتا تھا اب وہی کام ایک اسسٹنٹ کو ساتھ بڑھاکر ہورہا ہے اور اگر کچھ زیادتی ہے تو صرف سکرٹری شپ کے ٹوٹے پھوٹے اور ادھورے کام کی - انجمن کا سکرٹری اگر اس بات کے پیچھے پڑے کہ ہر ایک غلط خیال کی جو انجمن کے متعلق کسی نہ کسی ذریعہ سے جماعت میں پھیلایا جاتا یا پھیلانیکی کوشش کیجاتی ہے تردید کرے تو اسے اپنے وقت کے ایک قیمتی حصہ کو ضائع اور بہت سے اوراق کو سیاہ کرنا پڑے گا ہاں بعض وقت جب ایک غلط فہمی کا اثر دور تک پہنچتا ہو تو ایسے خیالات کی تردید کی ضرورت پڑجاتی ہے - اور سال گذشتہ میں خود حضرت خلیفۃ المسیح کو انجمن کے متعلق بہت سے اعتراضات کا ذب کرنا پڑا تھا - اشاعت اسلام میں سو روپے ماہوار کا خرچ بڑھنے کے ساتھ ایک اہم کام کا سرانجام دینا بھی بڑھایا گیا ہے اور وہ ہے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ - اور پھر اسکے علاوہ ٹریکٹوں کی اشاعت بھی ہے ترجمہ ایک ایسا کام ہے جو سالوں کی محنت چاہتا ہے - اور مجلس معتمدین نے سب مشکلات کا اندازہ کرکے اس کام کو ہاتھ میں لیا ہے - اسکی تکمیل کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے گو اس کا اعلان پہلے بھی ہوچکا ہے - مگر ضرورتاً یہ چند لفظ پھر لکھنے پڑے -

بجٹ کئی جگہ سے واپس آرہا ہے - اور امید ہے کہ ۵ ستمبر کو دوسری مرتبہ مجلس معتمدین میں پیش ہوکر یکم اکتوبر سے عملدرآمد کے لیئے پاس ہوجائیگا - جہاں جہاں سے اسوقت تک رائیں پہنچ چکی ہیں انجمنوں نے ان جملہ قومی ضرورتوں کو محسوس کیا ہے جو بجٹ میں پیش کی گئی تھیں - بروئے قاعدہ نمبر ۲۰ قواعد شاخہائے صدر انجمن احمدیہ بجٹ کا آخری منظوری سے پہلے کانفرنس انجمنہائے احمدیہ میں پیش ہونا ضروری تھا - مگر چونکہ کانفرنس دسمبر سے پہلے نہیں ہوسکتا - اور بجٹ کا اختتام ستمبر سے پہلے

منظوری حاصل کرنا ضروری ہے اسلیئے ۵ ستمبر کے اجلاس مجلس معتمدین میں قاعدہ مذکورہ نمبر۲ کی بجائے ذیل کا قاعدہ منظور کیا گیا ہے۔

"کانفرنس انجمنہائے احمدیہ بحث منظور کردہ مجلس معتمدین اور سالانہ رپورٹ اور دیگر امور پر (جو مجلس معتمدین کانفرنس میں پیش کرے گی) غور اور بحث کرے گی اور آمد کے وسائل سوچے گی اور جو امور کانفرنس میں پاس ہوں گے انکے جسقدر جلدی ممکن ہو سکے عملدرآمد میں لانے کی کوشش کرے گی"

کانفرنس انجمنہائے احمدیہ کی حالت ابتک ایک ابتدائی حالت رہی ہے۔ مگر امید ہے کہ اس سال سے قومی دلچسپی کے اہم معاملات اور اہم قومی اغراض (جنکا اعلان بروئے قاعدہ مرقومہ مذکورہ مجلس معتمدین پہلے سے کریگی) باقاعدہ کانفرنس میں پیش ہوا کریں گے۔ تاکہ احمدیہ انجمنیں اغراض سلسلہ میں پورا حصہ لینے کے قابل ہو جائیں۔ مگر یہ غرض اسوقت تک پوری نہیں ہو سکتی جبتک جملہ انجمنیں اپنے نظم ونسق کو قواعد کے مطابق نہ بنا دیں۔ اگر کوئی انجمن کسی معاملہ کو کانفرنس میں پیش کرنا چاہے تو اسکی اطلاع ۱۵۔ اکتوبر سے پہلے پہلے دفتر صدر انجمن احمدیہ میں دینی چاہیئے تاکہ مجلس معتمدین کی منظوری حاصل کر کے اسکا باقاعدہ اعلان دیگر انجمنوں کی آگاہی کے لیئے کیا جاوے۔

تعمیر کا کام شروع کرنیکے لیئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک وفد احباب کی خدمت میں حاضر ہو۔ غالباً ۱۵۔ اکتوبر یعنی رمضان کے بعد یہ وفد نکل سکے گا۔

کتاب اظہار حق:۔ سکھ مذہب کے پیروؤں میں شائع کرنیکے لیئے ایک بہت مفید کتاب ہے اگر انجمنیں اسکی تھوڑی تھوڑی کاپیاں منگوا کر تقسیم کریں تو اشاعت اسلام کا یہ ایک نہایت مفید کام ہوگا۔ اگر کوئی انجمن قیمتاً نہ منگوا سکتی ہو تو مفت اشاعت کے لیئے درخواست آنے پر امید ہے صدر انجمن منظور کرے گی۔ بہرحال جہاں جہاں انجمنیں ہیں یا جو ذی وسعت احباب انجمنوں سے علیحدہ اور دور ہیں وہ سب کوشش کریں کہ اس کتاب کی اشاعت حتی الوسع جلدی ہو جائے۔

(سکرٹری صدر انجمن احمدیہ)

گوشوارہ جمع خرچ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۰۹ء

اشاعت اسلام

اعانت	اردو	انگریزی	ضمیمہ	متفرق	بک ڈپو	کرایہ	میزان	بقایا گذشتہ	کل	عملہ	طبع	سایر	ٹکٹ	متفرق	اسباب	انتظامی اخراجات	میزان	باقی
۱۱ر۹ پائی	۱۰ر۶ پائی	۵ر	۸ر	۱ر	۱ر۳ پائی		۵ر۶ پائی	۷ر۹ پائی	۱۳ر۳ پائی		۴ر	۱۴ر۹ پائی		ر۳ پائی	۸ر		۱۱ر	۲ر۳ پائی

تعلیم

فیس مدرسہ	فیس بورڈنگ	چندہ مدرسہ	عید فنڈ	میزان	بقایا گذشتہ	کل	عملہ	سایر	انتظامی	متفرق	کرایہ	میزان	باقی
۱۴ر۶ پائی	۷ر	۱۲ر۳ پائی	۱۳ر۹ پائی	۱۵ر۶ پائی	۳ر۷ پائی	۳ر۱ پائی	۷ر۹ پائی	۱۳ر		۱ر۶ پائی	۱۵ر۶ پائی	۵ر۹ پائی	۱۳ر۴ پائی

مقبرہ بہشتی

حصہ آمد	حصہ جائداد	فروخت جائداد	آمد اراضی	متفرق	کرایہ	میزان	بقایا	کل	دفتر مقبرہ	باغیچہ	مساجد	واعظین	انتظام جائداد	انتظامی اخراجات	کل	باقی
۱۳ر۳ پائی	۸ر			۹ر	ر۶ پائی	۱۴ر۹ پائی	۹ر۱ پائی	۷ر۱۰ پائی			۱۲ر۳ پائی	۱ر۶ پائی	۳ر	۸ر	۸ر۹ پائی	۱۵ر۱ پائی